نظر بد کی حقیقت

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

تالیف:

ڈاکٹر انتصار ابراہیم العمر

استادِ حدیث: امام عبد الرحمن بن فیصل یونیورسٹی

ترجمہ:

سیف الرحمن حفظ الرحمن تیمی

ریسرچ اسکالر: اسلامی یونیورسٹی، مدینہ منورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

- **فرمان باری تعالی ہے:**

﴿وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ ۚ يُصِيبُ

بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾﴾ [سورۃ یونس:107]

ترجمہ: اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں۔

"نظر کا لگ جانا حق ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھ سکتی تو نظر ہی بڑھ جاتی (لیکن تقدیر سے کوئی چیز آگے بڑھنے والی نہیں)، جب تم سے غسل کرنے کو کہا جائے تو تم غسل کیا کرو"۔

[مسلم]

- **نظر بد سے متعلق کہا گیا ہے:**

"وہ ایسا تیر ہے جو حاسد اور بد نگاہ شخص سے نکل کر اس شخص کی طرف جاتا ہے جس سے حسد کیا جارہا ہے اور جسے نظر لگائی جارہی ہے، کبھی تو یہ تیر اسے لگ جاتا ہے اور کبھی نہیں لگتا، اگر اسے کھلا ہوا پاتا ہے جس پر کوئی ڈھال نہ ہو تو اس پر اپنا اثر ضرور چھوڑتا ہے، اور اگر اسے ہتھیار بند پاتا ہے جس میں تیر کے پیوست ہونے کی کوئی جگہ نہ ہو تو اس پر اثر انداز نہیں ہوتا"۔

[ابن قیم: "زاد المعاد"]

مقدمة

إن الحمد لله، نحمده، ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ به من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾﴾ [سورة آل عمران:102].

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴿١﴾﴾ [سورة النساء:1].

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَقُولُوا۟ قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَٰلَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾﴾ [سورة الأحزاب:70-71].

اما بعد:

یقینا اللہ پاک وبرتر نے جسموں کے اندر روحوں اور مختلف طبیعتوں کو پیدا فرمایا ہے، ان میں سے بہت سوں کے اندر اثر انگیز خاصیتیں اور کیفیتیں تخلیق فرمائی ہیں، جسم پر روح کی تاثیر کا کوئی بھی عقل مند انکار نہیں کر سکتا، کیوں کہ یہ ایک مشاہدے کی چیز ہے، اگر چہ لوگ اس سلسلے میں افراط وتفریط کے شکار ہیں، اسی کو رسول اللہ ﷺ نے "نظر بد" سے موسوم کیا ہے۔

چوں کہ نظر بد کا شکار ہونا بیماری اور نقصان کا سبب ہے اس لیے بہت سے لوگوں کے لیے یہ بات فکر مندی کا باعث رہی ہے، جس کے سبب کچھ حضرات ایسے وسائل اختیار کرنے پر مجبور رہے ہیں جو انہیں اس بیماری کا شکار ہونے سے بچا سکیں، جب کہ اس طرح کے بہت سے وسائل، شرک اور شرعی خلاف ورزیوں سے پاک نہیں ہوتے، (ان وسائل کو فروغ دینے میں) نظر بد سے متعلق ایسی چند احادیث کے رواج کا بھی کردار ہے جن کے اندر بد نگاہی کی تاثیر کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے، جب کہ یہ احادیث یا تو ضعیف ہیں یا من گھڑت ہیں، اس لیے شریعت کی روشنی میں ان احادیث کا مطالعہ کرنا، ان کے اسانید کی تحقیق کرنا، ان میں سے مقبول ومردود

کے درمیان تفریق کرنا ایک لازمی امر تھا، جسے میں نے اپنے اس مقالہ میں بروئے عمل لایا ہے اور اسے "احادیث العین: دراسة حديثية موضوعية" سے موسوم کیا ہے۔

موضوعِ بحث:

ضعیف اور بے اصل احادیث کی بنیاد پر حد درجہ شک وشبہ اور وہم وگمان میں مبتلا ہونے کے نتیجے میں انسان کے اندر نظرِ بد سے متعلق سخت خوف اور وسوسہ پیدا ہو جاتا ہے، جو انسان کے برتاو کو متاثر کرتا، حالات کا مقابلہ کرنے کی قدرت، گرد و پیش کے لوگوں سے میل جول رکھنے کی صلاحیت کو کمزور کرتا اور اسے نظر بد سے بچنے کے درست طریقے سے بے راہ کر دیتا ہے، یہی وہ چیز ہے جو ان روایات کی حقیقت کو بیان کرنے اور ان کا تحقیقی مطالعہ کرنے پر ابھارتی ہے، تاکہ (اس مطالعہ کی روشنی میں) نظر بد سے بچنے اور اس کا علاج کرنے سے متعلق نبی ﷺ کے طریقے کو واضح کیا جا سکے۔

درج ذیل سوالوں کی روشنی میں اس موضوع کو بخوبی واضح کیا جا سکتا ہے:

- رسول اللہ ﷺ نے اپنی حدیث میں جس نظر بد کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟
- کیا نظر بد سے متعلق جو بھی احادیث وارد ہوئی ہیں، وہ سب صحیح اور قابل قبول ہیں؟
- نظر بد کو دور کرنے اور اس سے بچنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟
- نظر بد کا شکار ہونے کی صورت میں اس کا شرعی علاج کیا ہے؟

میں نے اس مقالہ کو مقدمہ اور دو ابواب میں تقسیم کیا ہے:

مقدمہ: اس کے اندر موضوعِ بحث، مقالے کا خطہ، منہج تالیف، موضوع سے متعلق سابقہ تالیفات اور مقالہ کے مقاصد کو ذکر کیا ہے۔

باب اول: نظر بد کے معانی ومفاہیم اور اس سے متعلق اقوال، اس کے اندر چار مباحث ہیں:

پہلی بحث: نظر بد کے معانی ومفاہیم

دوسری بحث: نظر بد اور حسد کے درمیان فرق

تیسری بحث: نظر بد اور جادو کے درمیان فرق

چوتھی بحث: نظر بد سے متعلق اقوال

باب دوم: نظر بد سے متعلق احادیث، اس کے اندر چھ مباحث ہیں:

پہلی بحث: نظر بد کے ثبوت سے متعلق وارد احادیث

دوسری بحث: نظر بد سے پناہ طلب کرنے سے متعلق وارد احادیث

تیسری بحث: نظر بد کی قوتِ تاثیر سے متعلق وارد احادیث

چوتھی بحث: نظر بد کی دعا اور اس کی جھاڑ پھونک سے متعلق وارد احادیث

پانچویں بحث: نظر بد (کے علاج کے لیے) غسل کرنے سے متعلق وارد احادیث

چھٹی بحث: نظر بد کے علاج سے متعلق احادیث کی فقہ وفہم، اس کے اندر چار مسائل ہیں:

پہلا مسئلہ: نظر بد لگنے سے پہلے اسے دور کرنا

دوسرا مسئلہ: نظر بد لگنے کے بعد اس کا علاج کرنا

تیسرا مسئلہ: بد نظر شخص کا اس کی نظر بد کے شکار ہونے والے کے (علاج کے لیے) غسل کرنا

چوتھا مسئلہ: نظر بد سے متعلق نبی ﷺ کی جو حدیث آئی ہے، وہ وحی اور شریعت کا درجہ رکھتی ہے، یا طب اور تجربہ کا؟

خاتمہ: اس کے اندر مقالہ کے اہم نتائج ذکر کئے گئے ہیں۔

فہارس: مقالہ (عربی نسخہ) کے اخیر میں درج ذیل فہارس ذکر کیے گئے ہیں:

-فہرست آیات

-فہرست احادیث

-فہرست شخصیات

-فہرست الفاظ

-فہرست مصادر ومراجع

-فہرست موضوعات

❁❁❁

منہجِ تالیف

میں نے ابواب اور احادیث کی ترتیب و تخریج میں درج ذیل منہج کو اختیار کیا ہے:

- موضوع سے متعلق جو بھی مفید اور واضح احادیث و آثار اور اقوال مجھے ملے، انہیں جمع کیا ہے اور طوالت سے بچتے ہوئے غیر ضروری تفصیلات سے گریز کیا ہے۔

- میں نے (کتاب کی تالیف میں) اختصار سے کام لینے کی کوشش کی ہے جو (مقصدِ تالیف کو سمجھنے میں) مانع نہ ہو، تاکہ قاری میری تحریر کو آسانی کے ساتھ بغیر کسی اکتاہٹ کے پڑھ سکے اور کتاب کا اصل فائدہ بھی حاصل ہو جائے۔

- حسبِ استطاعت اہل علم کے اقوال کو ان کے اصلی مصادر سے نقل کرنے کا التزام کیا ہے اور ثانوی مصادر کا حوالہ اسی صورت میں دیا ہے جب اصلی مرجع تک رسائی نہ ہو سکی ہو۔

- بعض مراجع و مصادر کے نام حاشیہ میں اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اور فہرستِ مصادر میں ان کا مکمل نام ذکر کر دیا ہے۔

- احادیث کو موضوع کے اعتبار سے تقسیم کیا ہے اور ہر حدیث کو اس کے مناسب باب کے تحت نقل کیا ہے۔

- ہر حدیث سے قبل دو ارقام ذکر کیے ہیں: پہلی رقم سے مراد مقالہ میں موجود مکمل احادیث کا تسلسلی نمبر ہے، جب کہ دوسری سے مراد ہر باب میں ذکر کردہ مستقل احادیث کا تسلسلی نمبر ہے۔

- حدیث کو اس کے صحیح ترین مصدر سے نقل کیا ہے۔

- تخریج کے مصادر کو ان کے مؤلفین کی تاریخِ وفات کے حساب سے ترتیب دیا ہے، اور اگر حدیث کو کسی محدث نے اپنے سے قبل کے کسی محدث سے یا ان کے طریق سے روایت کیا ہے تو اُس محدث کو ان کے بعد ذکر کیا ہے۔

- کتبِ ستہ سے تخریج کرتے ہوئے کتاب کا نام، باب، جلد، صفحہ اور حدیث نمبر ذکر کیا ہے اور ان کے علاوہ دیگر مصادر سے تخریج کرتے ہوئے جلد، صفحہ اور حدیث نمبر پر اکتفا کیا ہے۔

-تخریج کے دوران مصادر کا مکمل نام ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ مختصر نام ذکر کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔

-اگر حدیث کی سند یا متن میں اختلاف ہو تو اس کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا ہے۔

-مختلف فیہ حدیث کی تخریج کو طرقِ اختلاف کے حساب سے تقسیم کیا ہے اور ہر طریق (سند) کی مستقل تخریج کی ہے۔

-اختلافِ حدیث کا مطالعہ پیش کرنے کے ساتھ ہی راجح موقف، ترجیح کے قرائن اور اہل علم کے اقوال بھی نقل کر دیے ہیں۔

-مختلف فیہ رواۃ پر قدرے تفصیل سے بحث کی ہے اور متفق علیہ رواۃ پر مختصر روشنی ڈالی ہے۔

-اگر راوی کی سوانح پہلے گزر چکی ہو تو اس کے نام، کنیت، نسب اور حالت کو اختصار کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد اس حدیث یا اثر کا نمبر ذکر کر دیا ہے جس کے تحت اس راوی کا تذکرہ گزر چکا ہو۔

-رجالِ اسناد میں سب سے پہلے مدار (جہاں ساری سندیں جا کر ملتی ہوں) یا اس سے قبل کے راوی کو ذکر کیا ہے، الا یہ کہ کسی خاص وجہ سے اس کے مابعد کے راوی کو ذکر کرنا ناگزیر ہو جائے، مثلاً ایسا راوی جس سے (روایت کرنے والے رواۃ کے درمیان روایت میں) اختلاف پایا جائے۔

-حدیث کا تفصیلی مطالعہ پیش کرنے کے بعد بطور خلاصہ حدیث کا حکم ذکر کر دیا ہے، نیز بوقتِ ضرورت حدیث سے متعلق محققین ائمہ کے احکام نقل کرنے کا بھی اہتمام کیا ہے۔

-غریب الفاظ کی تشریح کتبِ غریب، یا عربی زبان کی مختلف لغات سے کی ہے۔

موضوع سے متعلق سابقہ تالیفات:

نظرِ بد سے متعلق جو بھی تالیفات موجود اور منشور ہیں، ان میں سے بہت ساری تالیفات کا جائزہ لینے کے بعد بھی مجھے - اپنی بساطِ علم کے حساب سے - کوئی ایسی جامع تالیف نہیں مل سکی جس میں نظر بد سے متعلق احادیث کو حدیث کی کتابوں سے جمع کیا گیا ہو اور ان کا مطالعہ و تجزیہ پیش کیا گیا ہو، بیشتر تالیفات کا تعلق نظر بد سے بچنے اور اس کا علاج کرنے سے متعلق مشروع جھاڑ پھونک اور ماثور اذکار سے ہے، اس لیے میرے دل میں اس موضوع پر مقالہ لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔

مقالہ کے مقاصد:

۱- نظر بد کے معنی ومفہوم کی تحقیق اور اس تعلق سے شریعت کا موقف۔

۲- نظر بد سے متعلق احادیث کا تفصیلی جائزہ اور ان کا موضوعی وحدیثی مطالعہ۔

۳- نظر بد سے متعلق احادیث میں صحیح وضعیف کی تمیز۔

۴- نظر بد سے بچنے اور اس کا علاج کرنے کے طریقوں کی وضاحت۔

۵- شرعی جھاڑ پھونک کا بیان اور بدعات وشرکیات کی تنبیہ۔

میں اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اسے مبارک ومفید علم بنادے۔

بابِ اول:

نظر بد کے معانی ومفاہیم اور اس سے متعلق اقوال

اس کے اندر چار مباحث ہیں:

پہلی بحث: نظر بد کے معانی ومفاہیم

دوسری بحث: نظر بد اور حسد کے درمیان فرق

تیسری بحث: نظر بد اور جادو کے درمیان فرق

چوتھی بحث: نظر بد سے متعلق اقوال

پہلی بحث:

نظر بد کے معانی و مفاہیم

عین کے لغوی معنی: عین، یاء اور نون ایک ایسا مادہ ہے جس کے مرکزی معنی جسم کا وہ حصہ ہیں جس سے دیکھا جاتا ہے۔ پھر اسی سے دوسرے الفاظ بھی بنے ہیں۔

عربی لغت کے امام خلیل فرماتے ہیں: عین جسم کا وہ حصہ ہے جس سے ہر صاحب نظر دیکھتا ہے۔

عین کی جمع اعین، عیون اور اعیان آتی ہے۔ کہا جاتا ہے: عِنت الرجل: یہ اس وقت بولتے ہیں جب تمہاری نظر اسے لگ جائے۔ اور مضارع انا أعینہ استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح اسم مفعول کے لیے معیون بولتے ہیں[1]۔

العین: نظر بد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یوں کہتے ہیں: عان الرجل یعین عینا فھو عائن۔

جس کو نظر بد لگی ہو اس کو معین اور جس شخص میں نظر بد ہو اس کو معیون کہتے ہیں[2]۔

نیز کہا جاتا ہے: أصابت فلانا عین۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی دشمن یا حاسد کسی کی طرف دیکھے اور اس کا دیکھنا اس پر برا اثر ڈال دے اور اس کی وجہ سے وہ بیمار پڑ جائے[3]۔

ابن قیم کے نزدیک نظر بد: حسد کرنے والے اور نظر بد والے شخص کی طرف سے، حسد اور نظر بد کے شکار انسان کی جانب نکلنے والے وہ تیر ہیں جو کبھی نشانے پر جا لگتے ہیں تو کبھی چوک جاتے ہیں۔ نظر بد کی اصل یہ ہے کہ بد نظر شخص کو کوئی چیز پسند آجائے، پھر اس کے نفس پر بری کیفیت طاری ہو جائے، جو ایک نظر کے سہارے بد نگاہی کے شکار انسان کے اندر اپنا زہر سرایت کر دے۔ بسا اوقات انسان کو خود کی بد نگاہی بھی لگ جاتی ہے، تو کبھی غیر ارادی طور پر وہ اپنی

---

(1) معجم مقاییس اللغۃ لاحمد بن فارس: ۴/ ۱۹۹

(2) لسان العرب لابن منظور: ۱۰/ ۳۵۷

(3) تاج العروس من جواہر القاموس لمحب الدین الزبیدی: ۳۵/ ۴۴۳

طبیعت کے باعث (کسی کو) بری نظر کا شکار بنالیتا ہے اور یہ نوع انسانی میں سب سے ہلاکت خیز قسم ہے[4]۔

ابن حجر اس کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نظر بد: پسندیدگی پر مشتمل بد طینت شخص کی وہ نظر ہے جس میں حسد شامل ہو اور اس سے اس شخص کو نقصان لاحق ہو جس پر اس کی نظر پڑے[5]۔

ابن خلدون نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ نظر بد: بہت زیادہ بری نظر لگانے والے انسان کے نفس کی تاثیر ہے جب وہ اپنی نظر سے کسی ذات یا حالت کو پسند کرتا ہے اور وہ اسے حد درجہ پسند کرنے لگتا ہے، اس کے نتیجے میں اس صفت کے زائل ہونے کا ارادہ بنانے لگے جو اسے بھا گئی ہو[6]۔

مملکت سعودی عرب کی "دائمی کمیٹی برائے علمی تحقیق وافتا" نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ: (عربی زبان میں) عین (نظر بد): فعل عان یعین سے ماخوذ ہے، جب کہ وہ اپنی نظر بد کا شکار بنالے۔ نظر بد کی اصل یہ ہے کہ بد نظر شخص کو کوئی چیز پسند آجائے، پھر اس کے نفس پر بری کیفیت طاری ہو جائے جو ایک نظر کے سہارے اپنا زہر نظر بد کے شکار شخص کے اندر سرایت کر دے[7]۔

نظر بد کا دوسرا نام عربی میں نفس بھی ہے، نافس بمعنی عائن یعنی بد نگاہ انسان، منفوس بمعنی معیون یعنی نظر بد کا شکار شخص، (عربی میں) کہا جاتا ہے: أصابت فلانا نفس (یعنی: فلاں شخص کو نظر بد لگ گئی)، اور یہ کہ: نفستک بنفس (یعنی: میں نے تمھیں بد نگاہی کا شکار بنا لیا)[8] یہ اس

---

[4] دیکھیں: زاد المعاد فی هدي خير العباد لابن القيم: ۴/ ۱۶۶-۱۶۷

[5] فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر: ۱۰/ ۲۴۵

[6] مقدمہ ابن خلدون: ۱/ ۲۲۹

[7] فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، مملکت سعودی عرب: ۱/ ۱۸۶، رقم: ۶۳۸۷

[8] لسان العرب: ۱۴/ ۲۳۴

وقت کہا جاتا ہے جب آپ اسے اپنی نظر بد کا شکار بنائیں۔ نیز کہا جاتا ہے: رجل نفوس: یعنی وہ شخص جو لوگوں کو نظر بد کا شکار بنالے[9]۔ یہ مفہوم نجد کے علاقے میں رائج ہے، نیز اس کا استعمال بعض احادیث میں بھی ملتا ہے[10]۔

---

[9] شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۴/ ۱۷۰

[10] جیسا کہ جھاڑ پھونک سے متعلق صحیح مسلم میں ایک روایت ہے: "اللہ کے نام سے میں آپ پر دم کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو آپ کو اذیت پہنچائے، ہر جاندار، نظر بد، اور حاسد کے شر سے، اللہ تعالی آپ کو شفا دے، میں اللہ کے نام سے آپ پر دم کرتا ہوں"۔ اس کی مزید وضاحت آگے آئے گی۔

دوسری بحث:

نظر بد اور حسد کے درمیان فرق

نظر لگانے والا اور حسد کرنے والا، یہ دونوں ایک چیز میں باہم شریک ہیں اور ایک چیز میں مختلف، چنانچہ وہ اس امر میں شریک ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے نفس پر کیفیت طاری ہوتی ہے، پھر وہ اس شخص کی جانب متوجہ ہوتا ہے، جسے وہ نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔

چنانچہ نظر لگانے والے کے نفس پر کیفیت اس وقت طاری ہوتی ہے جب وہ اس سے ملاقات کرتا ہے جسے نظر بد لگتی ہے اور اسے دیکھتا ہے، جب کہ حاسد کے نفس پر یہ کیفیت محسود (جس سے حسد کیا جائے) کی موجودگی میں بھی طاری ہو سکتی ہے اور اس کی غیر موجودگی میں بھی۔

البتہ یہ دونوں اس معاملے میں مختلف ہیں کہ بد نگاہ شخص کی نظر بد کا شکار بسا اوقات وہ بھی ہو جاتا ہے جس سے وہ حسد نہیں کرتا، جیسے جمادات، حیوانات، زراعت یا مال و دولت، مگر بیشتر حالات میں وہ اس شے کے مالک سے حسد کر رہا ہوتا ہے[11]۔

حسد ایک قسم کی دل کی بیماری ہے جو اس نظر بد کے برعکس ہے جو سامنے والے کا اس کی نظر میں بھا جانے اور اس سے نکلنے والی حرارت کے باعث جا لگتی ہے، اس میں بسا اوقات دل کی یہ بیماری یعنی حسد بھی شاملِ حال ہوتا اور کبھی نہیں بھی ہوتا ہے۔ حسد دوسرے کی نعمت کے چھن جانے کی تمنا کرنے کا نام ہے اور یہی قابل مذمت حسد ہے جو رشک کے برعکس ہے، رشک یہ ہے کہ جس سے حسد ہو، اس کی نعمت کے چھنے بغیر، اسی جیسی نعمت ملنے کی تمنا کی جائے۔

حسد اور نظر بد کے درمیان اس تفریق کی تائید محدثین کے عمل سے ہوتی ہے، مثلا امام بخاری نے حسد کا تذکرہ کتاب الادب، جب کہ نظر بد کا تذکرہ کتاب الطب میں کیا ہے، نیز آپ نے ادب اور اس کے مباحث اور طب اور بیماریوں کے مابین بھی فرق رکھا ہے۔

---

[11] بدائع الفوائد لابن القیم: ۲/ ۷۵۲

چوں کہ نظر بد سے بیماریوں کا تعلق بہت گہرا ہے، اسی لیے بیماری کو نظر بد کی طرف منسوب کیا گیاہے، ناکہ اس لیے کہ نظر بد بذات خود مؤثر ہے۔ بلکہ نظر بد کی تاثیر دیدار پر منحصر نہیں ہے، کیوں کہ بسا اوقات نظر لگانے والا شخص نابینا ہوتا ہے، اس کے سامنے کسی چیز کی صفت بیان کی جاتی ہے، پھر اس کا نفس اس پر اثر انداز ہو جاتا ہے، اگر چہ وہ اسے دیکھا ہی نہ ہو، بہت سارے بد نگاہ حضرات نظر بد کا شکار ہونے والے شخص پر بلا دیکھے، صفت کے ذریعہ ہی اثر رونما کر دیتے ہیں۔ کبھی کبھار انسان کو خود اپنی نظر بھی لگ جاتی ہے اور کبھی بلا قصد وارادے کے بھی طبیعت (کی حدت) کی وجہ سے اس کی نظر بد اثر انداز ہوتی ہے، بسا اوقات کسی قریبی اور چہیتے شخص کی بھی نظر لگ جاتی ہے، یہ کوئی شرط نہیں کہ حسد اور بغض رکھنے والے ہی کی نظر لگے گی۔

بد نگاہ شخص کے اندر ایک خاص قسم کا حسد پنہاں ہوتا ہے، اس لیے وہ عام حسد رکھنے والے شخص سے زیادہ ضرر رساں ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے -واللہ اعلم- کہ سورۃ الفلق میں بد نظر کی بجائے حاسد کا تذکرہ ہوا ہے، کیوں کہ اس لفظ میں زیادہ عموم ہے۔ گویا ہر بد نگاہ حاسد ضرور ہوتا ہے، مگر ہر حاسد بد نگاہ ہو، یہ ضروری نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص حسد کے شر سے پناہ مانگتا ہے تو اس میں نظر بد سے پناہ بھی شامل ہے۔ یہ قرآن کریم کی شمولیت اور اس کے اعجاز وبلاغت کی مثال ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے اس فرمان میں نظر بد کی جانب اشارہ فرمایا ہے:

﴿وَقَالَ يَٰبَنِيَّ لَا تَدۡخُلُواْ مِنۢ بَابٖ وَٰحِدٖ وَٱدۡخُلُواْ مِنۡ أَبۡوَٰبٖ مُّتَفَرِّقَةٖۖ وَمَآ أُغۡنِي عَنكُم مِّنَ ٱللَّهِ مِن شَيۡءٍۖ إِنِ ٱلۡحُكۡمُ إِلَّا لِلَّهِۖ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُۖ وَعَلَيۡهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ ٱلۡمُتَوَكِّلُونَ ٦٧ وَلَمَّا دَخَلُواْ مِنۡ حَيۡثُ أَمَرَهُمۡ أَبُوهُم مَّا كَانَ يُغۡنِي عَنۡهُم مِّنَ ٱللَّهِ مِن شَيۡءٍ إِلَّا حَاجَةٗ فِي نَفۡسِ يَعۡقُوبَ قَضَىٰهَاۚ وَإِنَّهُۥ لَذُو عِلۡمٖ لِّمَا عَلَّمۡنَٰهُ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعۡلَمُونَ ٦٨﴾ [سورۃ یوسف:67-68].

ترجمہ: یعقوب علیہ السلام نے کہا اے میرے بچو! تم سب ایک دروازے سے نہ جانا بلکہ کئی جدا جدا دروازوں میں سے داخل ہونا، میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تم سے ٹال نہیں سکتا، حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے، میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی

پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ جب وہ انہی راستوں سے جن کا حکم ان کے والد نے انہیں دیا تھا، گئے، کچھ نہ تھا کہ اللہ نے جو بات مقرر کر دی ہے وہ اس سے انہیں ذرا بھی بچالے، مگر یعقوب (علیہ السلام) کے دل میں ایک خیال (پیدا ہوا) جسے اس نے پورا کر لیا، بلاشبہ وہ ہمارے سکھلائے ہوئے علم کا عالم تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حافظ ابن کثیر مذکورہ دونوں آیتوں کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ یعقوب علیہ السلام کے بارے میں خبر دے رہے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے جب بنیامین کے ساتھ ان کے بھائیوں کو مصر روانگی کے لیے تیار فرمایا تو انہیں حکم دیا کہ وہ ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہوں، بلکہ الگ الگ دروازے سے اندر جائیں، ایسا اس لیے - جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب، مجاہد، ضحاک، قتادہ، سدی وغیرہ فرماتے ہیں- کہ آپ علیہ السلام کو ڈر تھا کہ انہیں کہیں نظر نہ لگ جائے، اس لیے کہ وہ سب کے سب بڑے خوب صورت اور حسین و جمیل تھے، چنانچہ آپ علیہ السلام کو خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ لوگوں کی نظر بد کے شکار نہ ہو جائیں۔

اللہ کا فرمان: "میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تم سے ٹال نہیں سکتا" یعنی یہ احتیاط اللہ کی قضاو قدر کو ٹال نہیں سکتی، کیوں کہ اللہ پاک جب کسی چیز کا ارادہ کر لے، تو نہ اس کی مخالفت کی جا سکتی ہے اور نہ اسے روکا جا سکتا ہے۔ میرے اندر یہ طاقت نہیں کہ تم لوگوں سے اللہ کی کسی تقدیر کو ٹال سکوں، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، کیوں کہ اللہ کی تقدیر مخلوق پر نافذ ہو کر ہی رہتی ہے: "حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے"۔

"میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے" آپ علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ اللہ ہی پر میرا کامل بھروسہ اور پورا یقین ہے، تمہارے معاملے میں اور میرے اوپر تم سب کی حفاظت کے سلسلے میں، تا آں کہ وہ تمہیں میرے پاس صحیح سالم لوٹا دے، (بھروسہ) اس پر نہیں کہ تم سب مصر میں الگ الگ دروازے سے داخل ہو۔ "ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے"۔ آپ علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ لوگوں کو اپنے معاملات اللہ ہی کے سپرد کرنا چاہیے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسباب اختیار کرنا چاہیے، نا کہ ان پر بھروسہ کر کے بیٹھے رہنا چاہیے۔

اللہ کا فرمان: "جب وہ انہیں راستوں سے جن کا حکم ان کے والد نے انہیں دیا تھا، گئے۔ کچھ نہ تھا کہ اللہ نے جو بات مقرر کر دی ہے وہ اس سے انہیں ذار بھی بچالے، مگر یعقوب (علیہ السلام) کے دل میں ایک خیال (پیدا ہوا) جسے اس نے پورا کر لیا"۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ ان کے لیے نظر بد سے بچنے کی ترکیب تھی[12]۔

امام قرطبی رقم طراز ہیں کہ: "اگر آیت کریمہ کا یہی مفہوم ہے تو اس میں نظر بد سے بچنے اور نظر بد کے بر حق ہونے کی دلیل موجود ہے"[13]۔

نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿وَإِن يَكَادُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَٰرِهِمْ لَمَّا سَمِعُواْ ٱلذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُۥ لَمَجْنُونٌ ۝٥١﴾ [سورۃ القلم:51].

ترجمہ: اور قریب ہے کہ کافر اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں، جب کبھی قرآن سنتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ تو ضرور دیوانہ ہے۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد وغیرہ نے فرمایا کہ: "وہ آپ کو پھسلا دیں" کے معنی یہ ہیں کہ: وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بری نظروں کا شکار بنالیں، مطلب یہ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کریں، کیوں کہ ان کے دلوں میں آپ کے تیئں بغض وعناد بھرا ہوا ہے، اگر اللہ پاک آپ کو ان لوگوں سے محفوظ نہ رکھا ہوتا (تو وہ ضرور ایسا کرتے)، مذکورہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ نظر بد کا لگنا اور اس کا اثر ہونا اللہ عزیز وبرتر کے حکم سے بر حق ہے[14]۔

---

(12) دیکھیں: تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۴۸۵، تفسیر الطبری: ۱۶/ ۱۶۵

(13) الجامع لأحکام القرآن: ۷/ ۱۹۷

(14) تفسیر ابن کثیر: ۸/ ۲۹۱

آپ ﷺ کو اپنے اعضاوجوارح سے تکلیف پہنچانے کی یہ آخری حد تھی، جو کفار کے بس میں تھی ، مگر اللہ پاک آپ ﷺ کا نگہبان اور مددگار رہا۔ رہی بات زبان سے تکلیف پہنچانے کی تو ان کے دل میں جو آتا وہ کہہ گزرتے، کبھی پاگل، کبھی شاعر، تو کبھی جادوگر کہتے [15]۔

***

[15] دیکھیں: تفسیر الطبری: ۲۳/ ۵۶۵، تفسیر السعدی: ۱۰۴۲

تیسری بحث:

نظر بد اور جادو میں فرق

جادو اور نظر دو مختلف چیزیں ہیں، چنانچہ جادو کی اصل یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی حقیقت سے پھیر دیا جائے، گویا جادوگر جب باطل کو حق کی شکل میں پیش کرتا ہے اور چیز کو غیر حقیقی شکل میں دکھاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اس پر جادو کر دیا، یعنی کہ اسے پھیر دیا[16]۔

جادو: منتر، جھاڑ پھونک اور گرہ بندی پر مبنی ایک عمل ہے، جو جسم اور دل دونوں پر اپنا اثر چھوڑ سکتا ہے، چنانچہ وہ بیمار کر سکتا ہے، جان سے مار سکتا ہے، میاں بیوی میں جدائی ڈال کر ایک کو دوسرے سے الگ کر سکتا ہے، اگر جادو کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو اس سے پناہ طلب کرنے کا حکم نہ دیا جاتا:

﴿ وَمِن شَرِّ ٱلنَّفَّٰثَٰتِ فِي ٱلۡعُقَدِ ٤ ﴾ [سورة الفلق:4].

ترجمہ: گرہ (لگا کر ان) میں پھونکنے والیوں کے شر سے (بھی اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں)۔

یا یہ کہ جادو: دھوکا دینے اور غلط تصور کرانے کا نام ہے۔

جادو کی دو قسمیں ہیں:

حقیقی جادو: وہ جادو جس کا اثر حقیقی صورت میں ظاہر ہوتا ہو، جو کبھی کسی کو بیمار کر دے، مار دے، میاں بیوی میں محبت پیدا کر دے یا بغض وعناد کے ذریعے ان میں جدائی ڈال دے، شادی سے روک دے، عقل پر پردہ ڈال دے یا پھر احساسات وجذبات پر منفی یا مثبت اثر ڈال دے۔

تخیلاتی جادو: وہ جادو جو ملمع سازی، دھوکا اور ایسے تخیل وتصور پر مبنی ہو، جس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرعون کے جادوگروں سے متعلق فرمایا: ﴿ فَإِذَا حِبَالُهُمۡ وَعِصِيُّهُمۡ يُخَيَّلُ إِلَيۡهِ مِن سِحۡرِهِمۡ أَنَّهَا تَسۡعَىٰ ٦٦ ﴾ [سورة طه:66].

---

[16] لسان العرب: ۷/ ۱۳۵

ترجمہ: اب تو موسی (علیہ السلام) کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے دوڑ بھاگ رہی ہیں۔

جب کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں اپنی اصلی صورت میں ہی تھیں۔ نیز اس تخیلاتی جادو سے ڈر اور خوف بھی لاحق ہوتا ہے جو بعد میں نقصان یا بیماری کا باعث بھی بنتا ہے۔

مسلم علما کا اس پر اتفاق ہے کہ جادو سیکھنا، سکھانا، اور اس کی مشق کرنا حرام ہے، ابن قدامہ اور نووی نے اس مسئلہ پر اجماع نقل فرمایا ہے[17]۔

رسول اللہ ﷺ سے وارد ہے کہ: "سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو"، (اور ان میں سے ایک جادو کا نام لیا)[18]۔

جہاں تک نظر بد کی بات ہے تو جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کیا کہ اس کی اصل یہ ہے کہ بد نگاہ شخص کو کوئی چیز پسند آجائے، پھر وہ اپنے نفس کی بری کیفیت کے تابع ہو جائے اور اپنا زہر بد نگاہی کے سہارے نظر بد کے شکار ہونے والے تک پہنچا دے، بسا اوقات انسان خود پر بری نظر لگا دیتا ہے، جب کہ کبھی بلا قصد وارادہ بھی (دوسرے کو) بری نظر کا شکار بنالیتا ہے۔

***

---

[17] الکافی: ۴/ ۶۵، مسلم مع شرح نووی: ۱۴/ ۱۸۰، نووی کہتے ہیں کہ: "جادو کے کبیرہ گناہ ہونے پر اجماع ہے"۔

[18] اس حدیث کو بخاری نے کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالی: (۴/ ۱۰، ح: ۲۷۶۶) کے تحت، اور کتاب الطب میں، باب الشرک والسحر من الموبقات (۱۰/ ۲۸۴، ح: ۵۷۶۴) کے تحت روایت کیا ہے، نیز مسلم نے کتاب الایمان میں، باب بیان الکبائر وأکبرہا (۱/ ۶۴، ح: ۸۹) کے تحت روایت کیا ہے۔

چوتھی بحث:

نظر بد سے متعلق اقوال

نظر بد کی حقیقت سے متعلق مختلف اقوال ہیں:

-کچھ لوگوں نے نظر بد کو سرے سے باطل قرار دیا ہے، وہ کہتے ہیں: یہ محض اوہام ہیں، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، حالانکہ (ایسا کہنے والے) لوگ نقلی دلائل اور مشاہدات وتجربات میں سب سے نابلد ہیں، نیز ارواح ونفوس اوران کے اوصاف وتاثیرات کی معرفت سے بھی کوسوں دور ہیں۔

-کچھ لوگوں کا یہ ماننا ہے کہ نظر لگانے والے انسان کے نفس پر جب بری کیفیت طاری ہوتی ہے، تواس کی نظر سے ایک زہر آلود قوت ظاہر ہوتی ہے جو نظر بد کا شکار ہونے والے انسان سے جاٹکراتی ہے اور وہ ضرر کا شکار ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح جیسا کہ ازدہے کی زہریلی قوت باہر نکلتی ہے، انسان سے جاملتی ہے اوروہ ہلاک ہو جاتا ہے، یہی صورت حال نظر لگانے والے شخص کی بھی ہے۔

-کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ بعض لوگوں کی نظر سے غیر مرئی باریک مادے نکلتے ہوں، جو نظر بد کا شکار ہونے والے انسان سے جاملتے ہوں جو اس کے جسم کے رگ وپے میں سرایت کر جاتے ہوں، پھر اسے نقصان لاحق ہوتا ہو۔

-بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بد نگاہ انسان کی نظر جب اس شخص سے ملتی ہے، جو نظر بد کا شکار ہوتا ہے تو اللہ تعالی عادتاً اپنی مشیت سے ضرر پیدا فرمادیتا ہے، جس میں درحقیقت بد نگاہ شخص کی کسی قوت، سبب یا تاثیر کا کوئی کردار نہیں ہوتا اور یہ ان لوگوں کا نظریہ ہے جو اسباب، قوت اور تاثیرات کے انکاری ہیں۔

یہ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے روحوں کی تخلیق فرمائی، ان میں جسموں کو متحرک کرنے، ان پر اثر ڈالنے اور متاثر ہونے کا مادہ بھی پیدا فرمایا۔ یہ سب کچھ اسباب ومسببات کے خالق اللہ پاک کی تقدیر کے باعث ہے،(اس کی مثال یہ ہے کہ) جسم انسانی سے جب روح نکل جاتی ہے تو یہ

لکڑی یا گوشت کے ٹکڑے کی مانند رہ جاتا ہے اور یہ مشاہدہ وتجربہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ چہرہ کیسے حد درجہ سرخ ہو جاتا ہے، جیسے ہی اس پر اس شخص کی نظر پڑتی ہے جس سے وہ شرم محسوس کرتا ہو اور حد درجہ پیلا پڑ جاتا ہے، جب اس پر اس شخص کی نظر پڑتی ہے جس سے وہ ڈرتا ہو، لوگوں نے ایسے افراد بھی دیکھے ہیں جو نظر بد کے باعث بیمار ہو جاتے اور ان کی طاقتیں کمزور پڑ جاتی ہیں، یہ سب کچھ روحوں کی اثر انگیزی کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ روحیں اپنی طبیعتوں، قوتوں، کیفیتوں اور خاصیتوں میں مختلف ہوتی ہیں، چنانچہ برے اور حاسد نفس پر بری کیفیت طاری ہوتی ہے، اس کا سامنا محسود (حسد کے شکار شخص) سے ہوتا ہے، پھر وہ اس کے اندر اس خاصیت کی بدولت اثر ڈال دیتا ہے۔ تاثیر صرف جسمانی میل جول پر ہی منحصر نہیں ہے۔ بلکہ کبھی ملنے جلنے سے، تو کبھی آمنے سامنے ہونے سے، تو کبھی نظریں چار ہونے سے، تو کبھی متاثر ہونے والے شخص کی جانب روح کے پھر جانے سے بھی تاثیر ہو جایا کرتی ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ بد نگاہ شخص کو کوئی خاص چیز پسند آجائے، پھر اس کے نفس پر بری کیفیت طاری ہوتی ہے اور ایک نظر بد کے سہارے سے اس شخص پر جسے نظر بد لگتی ہے، اپنا زہر چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لیے اللہ پاک نے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ حسد کے شر سے اللہ کی پناہ مانگیں، اور یہی حکم نظر لگنے کی حقیقت پر دلالت کرتا ہے[19]۔

امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: "بعض لوگوں کے لیے یہ مسئلہ معمہ بن گیا، چنانچہ وہ کہنے لگے کہ نظر بد، دور سے کیسے کارگر ہو سکتی ہے کہ نظر بد کے شکار شخص کو نقصان لاحق ہو؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کی فطرتیں مختلف ہوتی ہیں، بسا اوقات کوئی زہر ایسا ہوتا ہے جو بد نگاہ شخص کی آنکھ سے نکل کر ہوا کے راستے اس انسان کے جسم تک جا پہنچتا ہے جو نظر بد کا شکار ہوتا ہے، بعض ایسے لوگوں کے تعلق سے نقل کیا جاتا ہے جن کی نظر بہت زیادہ لگ جایا کرتی تھی، کہ وہ کہتے

---

[19] دیکھیں: زاد المعاد: ۴/ ۱۶۵' بدائع الفوائد: ۲/ ۷۴۹-۷۵۱

تھے: جب میں کوئی ایسی چیز دیکھتا ہوں جو مجھے پسند آجاتی ہے، تو میں ایک حرارت محسوس کرتا ہوں جو میری آنکھوں سے نکلتی ہے[20]۔

امام نووی فرماتے ہیں: "ماہرین طبیعیات اور نظر بد پر تحقیق کرنے والوں کا خیال ہے کہ: بد نگاہ شخص کی آنکھ سے ایک زہریلی قوت نکلتی ہے جو نظر بد کا شکار ہونے والے فرد سے جا ٹکراتی ہے اور اسے ہلاک یا برباد کر دیتی ہے۔ان کا ماننا ہے کہ: یہ کوئی ناممکن شے نہیں، جیسے کہ ازدہے یا بچھو سے زہر کا نکلنا، ڈسے ہوئے شخص تک اس کا منتقل ہونا اور اس کے باعث اس شخص کا ہلاک وبرباد ہو جانا ناممکن نہیں، یہ اور بات ہے کہ ہم اسے محسوس نہیں کر پاتے "[21]۔

نظر بد کیسے مؤثر ہے، اس کی علت سے متعلق موجودہ دور میں کئی سائنسی توضیحات پیش کی گئی ہیں، مثلاً ہمارے حواس خمسہ سے پرے بجلی کی طاقت کا وجود، جو گرم ذرات کی شکل میں بڑی گہرائی کے ساتھ اپنا اثر اسی طرح ظاہر کرتی ہے، جیسے سورج کی کرنیں اپنے سامنے موجود اشیا پر۔رسول اللہ ﷺ نے نظر بد کا شکار ہونے والے شخص کے لیے ایک نسخہ یہ تجویز فرمایا کہ وہ نظر لگانے والے شخص کے غسل کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے، تاکہ متاثر شخص کے جسم میں گرم ذرات کا کیا گیا عمل ختم ہو جائے اور کھویا ہوا توازن واپس آجائے۔

کچھ لوگوں نے نظر بد کی قوتِ تاثیر کو "مقناطیسی نظر" کہہ کر ثابت کیا ہے، جو آنکھوں کے توسط سے پورا کیے جانے والے مضبوط روحانی مقصد سے عبارت ہے۔جب کہ کچھ لوگوں نے یہ کہہ کر اسے ثابت کیا ہے کہ ہر انسان کے اندر ایک خاص قسم کی لہر ہوتی ہے جو کسی سے بھی نہیں ملتی، بالکل نشانِ انگشت کی مانند۔انسان کے بال، ناخن، تھوک، پسینہ یا خون میں سے جو کچھ بھی جسم سے الگ ہوتا ہے، اس میں یہ لہر موجود ہوتی ہے، اور یہ اس وقت تک موجود رہتی ہے جب تک

---

[20] فتح الباری: ۲۱۰/۱۰

[21] مسلم مع شرح نووی: ۱۷۱/۱۴

کہ اسے برباد نہ کر دیا جائے، کیوں کہ برباد کرنے سے وہ لہر ختم ہو جاتی ہے، پھر جادوگر اس سے اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا[22]۔

چوں کہ نظر بد کی تاثیر کا مسئلہ جانچ پرکھ، تجربہ یا مشاہدہ سے ثابت ہونے والے امور کے ضمن میں نہیں آتا، کیوں کہ اس کا وقوع انسانی حواس کے ماتحت نہیں ہے، اس لیے درج بالا توضیحات میں سے کسی کو بھی یقین کے ساتھ تسلیم کرنا مناسب نہیں ہوگا اور نہ ہی کسی غیبی معاملے میں بلا کسی شرعی یا مشاہداتی دلیل کے گفتگو کرنا، کیوں کہ اس کیفیت کے وصف میں کوئی نص وارد نہیں ہوا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا ﴿٣٦﴾ ﴾ [سورۃ الإسراء:36].

ترجمہ: جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ، کیوں کہ کان اور آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

***

[22] اس موضوع پر مزید معلومات کے لیے رجوع کریں: تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبہ: ۳۷۴، رسالۃ أحکام الرقی والتمائم، از: ڈاکٹر فہد السحیمی: ۹۴، علم الموجۃ الذاتیۃ، از: ڈاکٹر خلیل مسیحہ، اور شیخ عبد اللہ السدحان کی کتاب: کیف تعالج مریضک بالرقیۃ الشرعیۃ۔

باب دوم:

نظر بد سے متعلق احادیث

اس کے اندر چھ مباحث ہیں:

پہلی بحث: نظر بد کے ثبوت سے متعلق وارد احادیث

دوسری بحث: نظر بد سے پناہ طلب کرنے سے متعلق وارد احادیث

تیسری بحث: نظر بد کی قوتِ تاثیر سے متعلق وارد احادیث

چوتھی بحث: نظر بد کی دعا اور اس کی جھاڑ پھونک سے متعلق وارد احادیث

پانچویں بحث: نظر بد (کے علاج کے لیے) غسل کرنے سے متعلق وارد احادیث

چھٹی بحث: نظر بد کے علاج سے متعلق احادیث کی فقہ و فہم، اس کے اندر چار مسائل ہیں:

پہلا مسئلہ: نظر بد لگنے سے پہلے اسے دور کرنا

دوسرا مسئلہ: نظر بد لگنے کے بعد اس کا علاج کرنا

تیسرا مسئلہ: نظر لگانے والے شخص کا اس کی نظر بد کا شکار ہونے والے کے (علاج) کے لیے غسل کرنا

چوتھا مسئلہ: نظر بد سے متعلق نبی ﷺ کی جو حدیث آئی ہے، وہ وحی اور شریعت کا درجہ رکھتی ہے، یا طب اور تجربہ کا؟

پہلی بحث

نظر بد کے ثبوت سے متعلق وارد احادیث

(۱/۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: " نظر بد لگنا حق ہے اور نبی کریم ﷺ نے جسم پر گودنے سے منع فرمایا "[23]۔

اس حدیث کو بخاری نے کتاب الطب میں باب العین حق (۲۴۹/۱۰، ح: ۵۷۴۰) کے تحت ذکر کیا ہے اور مذکورہ الفاظ بخاری کے ہی ہیں، نیز اسے احمد نے بھی اپنی مسند (۳۱۹/۲) میں روایت کیا ہے۔

اسے مسلم نے کتاب السلام میں باب الطب والمرض والرقی (۱۷۰/۱۴، ح: ۲۱۸۷) کے تحت روایت کیا ہے، لیکن اس میں یہ جملہ (جسم پر گودنے سے منع فرمایا) نہیں ہے، اسی طرح ابو داود نے کتاب الطب میں، باب ماجاء فی العین (۳۶۲/۱۰، ح: ۳۸۱۶) کے تحت، اور ابن ماجہ نے کتاب الطب میں باب العین (۱۱۵۹/۲، ح: ۳۵۰۷) کے تحت عبد الرزاق عن معمر عن ہمام عن ابی ہریرہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

(نظر بد لگنا حق ہے) کی تعبیر اس بات کی دلیل ہے کہ نظر بد کا شکار ہونا ایک ثابت شدہ اور حقیقی شے ہے۔

راوی نے اس کے بعد یہ کہا کہ: (آپ ﷺ نے جسم پر گودنے سے منع فرمایا)، ان دونوں کے درمیان کیا مناسبت ہو سکتی ہے، یہ واضح نہیں ہے، ایسا لگتا ہے کہ دونوں مستقل احادیث ہیں، اسی لیے مسلم اور ابو داود نے دوسرے جملے کو اپنی روایتوں میں حذف کر دیا ہے، جب کہ ان دونوں نے بھی بخاری کے طریق سے ہی حدیث کو روایت کیا ہے، ابن حجر کے نزدیک مذکورہ دونوں جملوں کے درمیان مناسبت بیان کرنے کے لیے یہ کہا گیا ہے کہ گودوانے پر جو چیزیں

---

[23] گودنے سے مراد یہ ہے کہ: سوئی سے چمڑے کو گودا جائے، پھر اس جگہ کو سرمہ یا نیل سے بھر دیا جائے، جس کے بعد وہ جگہ نیلی یا سبز ہو جائے۔ النہایۃ فی غریب الحدیث لابن الاثیر: ۱۸۹/۵

آمادہ کرتی ہیں ان میں جسے گودا جائے اس کی ہیئت وصفت کا تبدیل ہونا بھی شامل ہے تاکہ اسے نظر بد نہ لگے، اسی لیے گودنے سے منع کیا گیا اور ساتھ ہی نظر بد کو ثابت کیا گیا، (اور اس کے ذریعہ یہ واضح کیا گیا کہ) گودنا اور اس جیسے دیگر ان حیلوں کو اختیار کرنا بے سود ہے جن کی شریعت نے تعلیم نہیں دی ہے، اور اللہ نے جو چیز مقدر کر رکھی ہے وہ واقع ہو کر رہے گی[24]۔

***

(۲/۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نظر بد کا لگ جانا سچ ہے۔ اور اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھ سکتی تو نظر ہی بڑھ جاتی (پر تقدیر سے کوئی چیز آگے بڑھنے والی نہیں)۔ جب تم سے غسل کرنے کو کہا جائے تو غسل کیا کرو"۔

اسے مسلم نے کتاب السلام میں باب الطب والمرضی والرقی (۱۴/ ۱۷۰، ح:۲۱۸۸) کے تحت روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم ہی کے ہیں، نیز اسے ترمذی نے کتاب الطب، باب ماجاء فی العین حق والغسل لہا(۶/ ۲۲۳، ح:۲۱۴۱) کے تحت اور نسائی نے السنن الکبری (۷/ ۱۰۲، ح: ۷۵۷۳) میں وہیب عن ابن طاوس عن ابیہ عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے۔

امام ابو عبد اللہ مازری[25] اس حدیث سے نظر بد کی حقیقت کو ثابت کرتے ہوئے اور اس کے منکرین کی نکیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اہل سنت (والجماعت) اور جمہور اہل علم مذکورہ حدیث کے ظاہری الفاظ کو مانتے ہیں، جب کہ بعض بدعتی گروہوں نے اس کا انکار کیا ہے، ان کی رائے اس لیے غلط ہے کہ: ہر وہ معنی جو فی ذاتہ ناممکن نہ ہوں، نہ ہی کسی حقیقت کو بدلنے کا سبب ہو اور

---

[24] دیکھیں: فتح الباری: ۱۰/ ۲۵۰

[25] مازری سے مراد: ابو عبد اللہ محمد بن علی مازری مالکی ہیں جو المعلم بفوائد شرح مسلم کے مصنف اور عبد الوہاب مالکی کی کتاب التلقین کے شارح ہیں، آپ علم حدیث میں فقہ وبصیرت رکھتے تھے، آپ کی وفات سنہ ۵۳۶ھ میں ہوئی، دیکھیں: سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۲۰/ ۱۰۴

نہ کسی دلیل کو باطل ٹھہراتا ہو تو وہ معنی عقلاً جائز ہیں، چنانچہ جب شریعت ایسی چیز کے واقع ہونے کی خبر دے تو اسے جھٹلانے کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا"[26]۔

(اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھ سکتی) یعنی: آگے بڑھنے میں اس پر غالب آسکتی تو (نظر بد ہی بڑھ جاتی) یعنی: اس پر نظر بد غالب آجاتی۔

طیبی [27] کہتے ہیں کہ: "اگر کوئی ایسی چیز فرض کر لی جائے جس کے اندر اتنی قوت اور اتنی زیادہ تاثیر ہوتی کہ وہ تقدیر پر سبقت لے جاتی تو وہ نظر بد ہوتی، جب نظر بد (تقدیر پر) سبقت نہیں کر سکتی تو اس کے علاوہ کوئی اور چیز کیسے کر سکتی ہے؟"[28]۔

اس حدیث میں نظر بد کو مبالغہ کے انداز میں ثابت کیا گیا ہے، (اس کا مطلب) یہ نہیں کہ تقدیر کو کوئی چیز پھیر ہی نہیں سکتی، کیوں کہ تقدیر اللہ کے علمِ سابق سے عبارت ہے، اور اللہ کے حکم کو کوئی پھیرنے والا نہیں[29]۔

***

---

[26] المعلم بفوائد مسلم: ۳/ ۱۵۵

[27] طیبی سے مراد: شرف الدین الحسن بن عبد اللہ الطیبی ہیں، آپ اچھے عقیدہ کے حامل اور فلسفیوں اور بدعتیوں کے سخت منکر تھے، آپ نے زمخشری کی کتاب الکشاف کی شرح کی، آپ کو علم ومعرفت کی دیگر فروعات پر بھی گرفت حاصل تھی۔ آپ کی وفات سنہ ۷۴۳ھ میں ہوئی، دیکھیں: طبقات الشافعیۃ لتاج الدین السبکی: ۱۰/ ۷۶، الدرر الکامنۃ فی أعیان المائۃ الثامنۃ لابن حجر العسقلانی: ۲/ ۱۵۶

[28] شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح: ۱۲/ ۲۹۶۱، ح: ۴۵۳۱)

[29] دیکھیں: فتح الباری: ۱۰/ ۲۵۰

(۳/۳) حابس التمیمی کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے روایت کیا کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "الو[30] (کے سلسلے میں لوگوں کے اعتقاد) کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور نظر بد کا اثر حقیقی (یعنی سچ) ہے"۔

اس حدیث کا مدار یحیی بن ابی کثیر ہے، اس سے (روایت کرنے والوں نے) دو مختلف اسناد سے روایت کی ہے:

پہلی سند: یحیی بن ابی کثیر عن حیہ بن حابس التمیمی عن ابیہ۔

اسے ترمذی نے کتاب الطب میں باب ماجاء أن العین حق والغسل لہا (۶/ ۲۲۱، ح: ۲۱۴۰) کے تحت روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ ترمذی کے ہی ہیں، نیز اسے بخاری نے الأدب المفرد (ص: ۳۰۶، ح: ۹۱۷) اور التاریخ الکبیر (۳/ ۱۰۷) میں تعلیقاً روایت کیا ہے، احمد (۴/ ۶۷، ۵/ ۳۷۸-۳۷۰) اور طبرانی نے الکبیر (۴/ ۳۱) میں علی بن المبارک کے طریق سے روایت کیا ہے۔

بخاری نے التاریخ الکبیر (۳/ ۱۰۸) میں، ابو یعلی نے اپنی مسند (۳/ ۱۵۵، ح: ۱۵۲۸) میں اور طبرانی نے الکبیر (۴/ ۳۱، ح: ۳۵۶۱) میں حرب بن شداد کے طریق سے روایت کیا ہے، ان دونوں (علی بن المبارک اور حرب بن شداد) نے یحیی بن ابی کثیر سے مذکورہ بالا سند کے ساتھ روایت کیا ہے، نیز احمد اور طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ: "سب سے سچا شگون نیک فال ہے"۔

---

[30] (اس کے لیے حدیث میں) ہام کا لفظ آیا ہے: جو کہ ہامۃ کی جمع ہے' اس کے معنی سر کے آتے ہیں' یہ ایک پرندہ کا نام ہے' جس سے مشرکین بدشگونی لیا کرتے تھے' یہ رات کو (بیدار رہنے) والا پرندہ ہے' ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد: الو ہے' ایک دوسرے قول کے مطابق: عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اس مقتول کی روح جس کے قتل کا بدلہ نہ لیا گیا ہو' وہ الو کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور یہ آواز لگاتی ہے کہ: مجھے سیراب کرو' اور جب اس مقتول کا بدلہ لے لیا جاتا ہے تو وہ اڑ جاتی ہے۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ: مشرکوں کا یہ عقیدہ تھا کہ میت کی ہڈیاں' یا اس کی روح الو بن کر اڑنے لگتی ہے' جسے وہ صدی سے موسوم کرتے تھے' اسلام نے اس عقیدہ کی نفی کی اور اس سے منع فرمایا۔ دیکھیں: النہایۃ فی غریب الحدیث: ۵/ ۲۸۳

دوسری اسناد: یحیی بن ابی کثیر عن حیہ بن حابس عن ابیہ عن ابی ہریرہ۔

اسے احمد (۵ / ۷۰) نے حسن بن موسی اور حسین بن محمد کے طریق سے اور بخاری نے التاریخ الکبیر (۱۰۸/۳) میں تعلیقاً سعید بن حفص کے طریق سے روایت کیا ہے، ان تینوں (حسن بن موسی، حسین بن محمد اور سعد بن حفص) نے شیبان بن عبد الرحمن النحوی اور انہوں نے یحیی بن ابی کثیر سے مذکورہ بالا اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو اسی طریق سے ابان بن یزید العطار نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ التاریخ الکبیر (۱۰۸/۳) اور العلل لابن ابی حاتم (۵ / ۶۶۲) میں ہے، تاہم ابان نے حابس کا نام نہیں لیا ہے، بلکہ وہ کہتے ہیں: عن رجل عن ابی ہریرہ، اور کبھی کہتے ہیں: عن رجل عن ابیہ عن ابی ہریرہ۔

رجالِ اسناد کا مختصر تعارف:

یحیی بن ابی کثیر، ابو نصر الیمامی:

آپ کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے، آپ ایک مشہور حافظِ حدیث ہیں، ابو حاتم اور ابو زرعہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے کسی صحابی کو نہیں پایا، سوائے انس کے کہ آپ نے انہیں دیکھا لیکن ان سے (حدیث) نہیں سن سکے، ابن حجر کہتے ہیں کہ: "آپ ثقہ اور قابل حجت راوی ہیں، لیکن (روایت میں) تدلیس وارسال کرتے ہیں"، آپ کی وفات سنہ ۱۲۹ھ میں ہوئی[31]۔

حیہ بن حابس التمیمی:

حیّہ: راجح قول کے مطابق یا کے ساتھ، جس نے یہ دعوی کیا کہ (حیّہ کو) نبی ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی تھی وہ وہم کا شکار ہے، ابن حجر نے اپنی کتاب (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ) کے اندر چوتھی قسم میں انہیں ذکر کیا ہے جو ایسے اشخاص پر مشتمل ہے جنہیں نہ آپ ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی اور نہ آپ کا زمانہ، ساتھ ہی ابن حجر نے ان کے بارے میں غلطی کے شکار لوگوں کی غلطی بھی واضح

---

(31) دیکھیں: التاریخ الکبیر للبخاری: ۸ / ۳۰۱)، جامع التحصیل فی أحکام المراسیل للعلائی: ۱۲۶، الکاشف: ۲ / ۳۷۳، تعریف أہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس لابن حجر العسقلانی: ۶۷، تہذیب التہذیب: ۱۱ / ۲۳۵، تقریب التہذیب: ۲ / ۳۱۳

کی ہے، بخاری نے الادب المفرد میں اور ترمذی نے (اپنے سنن میں) ان سے ایک حدیث روایت کی ہے، اورابن حجر نے انہیں مقبول[32] قرار دیا ہے۔

حابس بن ربیعہ التمیمی، ابو حیہ:

ابو حیہ کا شمار بصریوں میں ہوتا ہے، ایک قول کے مطابق: آپ صحبتِ رسول ﷺ سے فیض یاب تھے، ان سے ان کے صاحبزادے حیہ نے روایت کی ہے۔ بغوی کہتے ہیں کہ: ہمارے علم میں ان کی (روایت کردہ احادیث میں) صرف یہی حدیث ہے[33]۔

---

[32] دیکھیں: الجرح والتعدیل: ۳/۳۱۶، تہذیب الکمال فی أسماء الرجال للمزی: ۷/۴۸۵، میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذہبی: ۱/۶۲۴، الإصابۃ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر: ۲/۸۳، تہذیب التہذیب: ۳/۶۲، تقریب التہذیب: ۱: ۲۵۲

[33] دیکھیں: الاستیعاب فی معرفۃ الصحابۃ لابن عبد البر: ۱/۱۷۶، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن الاثیر: ۱/۳۱۳، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر: ۱/۲۸۵

اختلاف کا جائزہ و مطالعہ:

اس حدیث کی روایت میں یحیی بن ابی کثیر (سے روایت کرنے والوں کا) اختلاف ہے، نیز بعض تفصیلات میں ان کے بعد کے رواۃ میں بھی اختلاف ہے، ان سے روایت کرنے والے رواۃ ثقات ہیں، اس لیے ائمہ کے درمیان مذکورہ دونوں اسانید کے درمیان ترجیح کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے، بخاری نے ترجیح دینے سے توقف اختیار کیا ہے، ترمذی نے حرب بن شداد کی متابعت کی وجہ سے پہلی سند کو راجح قرار دیا ہے، نیز ابو حاتم نے بھی اسی سند کو راجح کہا ہے، شاید اس کی وجہ علی بن المبارک کی روایت ہے جو یحی کی احادیث کا خصوصی اہتمام کرتے تھے، جب کہ ابو زرعہ نے ابان العطار کی متابعت کے سبب دوسری سند کو راجح قرار دیا ہے ، اور ابن عبد البر نے یہ صراحت کی ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے جس میں یحیی بن ابی کثیر (سے روایت کرنے والوں کے مابین) اختلاف پایا جاتا ہے[34]۔

راجح خواہ جس سند کو بھی ٹھہرایا جائے، دونوں ہی اسانید میں حیہ بن حابس یا اس کے والد موجود ہیں، جب کہ یہ دونوں ضعیف اور مجہول ہیں۔

بنابریں یہ حدیث ضعیف ہے۔

ابوہریرہ کی حدیث بعض دوسری اسانید سے بھی مروی ہے:

پہلی سند: اس حدیث کو احمد (۲/ ۴۲۰) نے ابن وہب عن معروف بن سوید کے طریق سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے علی بن رباح کو کہتے ہوئے سنا: میں نے ابو ہریرہ کو (فرماتے ہوئے) سنا، اس کے بعد مرفوعا ان الفاظ کے ساتھ حدیث ذکر کیا: "نہ (کسی کو کسی کی) بیماری لگتی ہے اور نہ بد شگونی کوئی چیز ہے، اور نظر بد کا لگ جانا برحق ہے"۔

---

[34] دیکھیں: التاریخ الکبیر:۳/ ۱۰۸، سنن الترمذی:۶/ ۲۲۱، العلل الکبیر للترمذی:۲۶۶-۲۶۷، علل ابن أبی حاتم:۵/ ۶۶۲، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبد البر:۱/ ۱۷۶

اس سند میں معروف بن سوید الجذامی ہیں ، جنہیں ذہبی نے ثقہ اور ابن حجر نے مقبول کہا ہے[35]۔

دوسری سند: اسے احمد (۲/۴۸۸) نے سعید الجریری عن مضارب کے طریق سے روایت کیاہے کہ انہوں نے کہا: میں نے -ابوہریرہ سے- کہا: کیا آپ نے اپنے خلیل سے کوئی ایسی حدیث سنی ہے جو آپ مجھے بیان کر سکیں، ابوہریرہ نے کہا: ہاں، پھر مرفوعا یہ حدیث ان الفاظ میں ذکر کیا: "نہ کسی کو کسی کی بیماری لگتی ہے، اور نہ کسی مردے کی کھوپڑی سے الو کی شکل نکلتی ہے، سب سے بہترین شگون نیک فال ہے، اور نظر بد کا لگ جانا بر حق ہے"۔

اس سند میں: مضارب بن حزن بن بشر التیمی ہیں، جنہیں عجلی نے ثقہ اور ابن حجر نے مقبول بتایا ہے[36]۔

تیسری سند: اسے احمد (۲/۲۸۹) نے ابو معشر عن محمد بن قیس عن ابی ہریرہ کے طریق سے مرفوعا ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: (سب سے سچا شگون نیک فال ہے اور نظر بد کا لگ جانا بر حق ہے"۔

اس سند میں ابو نجیح بن عبد الرحمن السندی ہیں جو کہ ضعیف راوی ہیں[37]۔

***

(۴/۴) عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "نہ کسی کو کسی کی بیماری لگتی ہے، نہ بد شگونی کوئی چیز ہے، نہ کسی مردے کی کھوپڑی سے الو کی شکل نکلتی ہے، نہ حسد (بذات خود مؤثر) ہے اور نظر بد کا لگ جانا بر حق ہے"۔

---

[35] دیکھیں: الکاشف: ۲/۲۸۰، تقریب التہذیب: ۲/۲۰۰

[36] دیکھیں: الثقات للعجلی: ۱/۲۸۲، تقریب التہذیب: ۲/۱۸۷

[37] دیکھیں: المغنی فی الضعفاء: ۲/۴۵۳، تقریب التہذیب: ۲/۲۴۱

اسے احمد (۲/۲۲۳) نے رشدین بن سعد، عن الحسن بن ثوبان، عن ہشام بن ابی رقیہ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے طریق سے روایت کیا ہے۔

اس سند میں رشدین بن سعد المہری آیا ہے جو کہ ضعیف ہے اور حدیث کی روایت میں اختلاط کا شکار ہے[38]۔

***

(۵/۵) ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "کسی مردے کی کھوپڑی سے الو کی شکل نکلنے کی کوئی حقیقت نہیں، نظر بد کا لگ جانا برحق ہے اور سب سے سچا شگون نیک فال ہے"۔

اسے طبرانی نے "الکبیر" (۸/۱۶۴، ح:۷۶۸۶) میں عفیر بن معدان عن سلیم بن عامر عن ابی امامہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

اس میں عفیر بن معدان الحمصی آیا ہے جو کہ ضعیف ہے[39]۔

***

(۶/۶) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نظر بد لگ جانا برحق ہے، نظر بد میں شیطان اور ابن آدم کا حسد بھی شامل ہوتا ہے"۔

اسے احمد نے اپنی مسند (۲/۴۴۰) میں اور ان سے طبرانی نے "مسند الشامیین" (۱/۲۶۵-۴/۳۳۰، ح:۴۵۹-۳۴۶۶) میں ابن نمیر کے طریق سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو ابو مسلم الکشی نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا ہے جیسا کہ سیوطی نے "الجامع الکبیر" (۴/۷۶، ح:۳۹۰۶) میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، ان کے طریق سے طبرانی نے

---

[38] دیکھیں: میزان الاعتدال: ۲/۴۹، تقریب التہذیب: ۱/۳۰۱

[39] دیکھیں: المغنی فی الضعفاء: ۲/۶۳، تقریب التہذیب: ۱/۶۹

سابق الذکر مقام پر عیسی بن یونس کے طریق سے روایت کیا ہے، ان دونوں (ابن نمیر اور عیسی بن یونس) نے ثور -یعنی: ابن یزید- عن مکحول عن ابی ہریرہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

رجالِ اسناد کا مختصر تعارف:

ثور بن یزید بن زیاد الکلاعی، ابو خالد الحمصی:

ان کو احمد، ابن معین اور دیگر ائمہ نے ثقہ کہا ہے، لیکن یہ قدریہ کا عقیدہ رکھتے تھے، اسی وجہ سے حمص کے باشندوں نے انہیں شہر بدر کر دیا تھا لیکن پھر وہ حمص واپس آگئے، ابن حجر کہتے ہیں کہ: "آپ ثقہ اور قابل حجت راوی تھے، لیکن قدریہ کا عقیدہ رکھتے تھے"۔ آپ کی وفات سنہ ۱۵۰ میں اور دوسرے قول کے مطابق: سنہ ۱۵۳ میں ہوئی[40]۔

مکحول الشامی، ابو عبد اللہ الدمشقی الفقیہ:

ابو حاتم کہتے ہیں کہ: میرے علم کے مطابق سرزمین شام میں مکحول سے بڑا فقیہ کوئی نہیں، یہ کثرت سے (روایت میں) ارسال کرتے ہیں، ابو ہریرہ سے انہوں نے حدیث مرسلاً ہی روایت کی ہے، ابو حاتم کہتے ہیں: میں نے ابو مسہر سے دریافت کیا: کیا مکحول کو نبی ﷺ کے کسی صحابی سے سماع حاصل ہے، انہوں نے فرمایا: ہمارے نزدیک انس بن مالک کے سوا کسی صحابی سے ان کا سماع ثابت نہیں، دار قطنی کہتے ہیں: ابو ہریرہ سے ان کی ملاقات نہیں ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں: "یہ ثقہ، فقیہ اور کثیر الارسال راوی ہیں"۔ ان کی وفات سنہ ۱۱۳ھ یا ۱۱۴ھ میں ہوئی[41]۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔

سابقہ تفصیلات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مکحول نے ابو ہریرہ سے نہ تو (حدیث) سنی ہے اور نہ ان سے ملاقات کی ہے۔ اس بنا پر یہ حدیث ضعیف ہے کیوں کہ اس میں انقطاع پایا جاتا ہے۔

---

(40) دیکھیں: تہذیب الکمال: ۴/۴۱۸، الکاشف: ۱/۲۸۵، تہذیب التہذیب: ۲/۳۰، تقریب التہذیب: ۱/۱۵۱

(41) دیکھیں: الجرح والتعدیل: ۸/۴۰۸، جامع التحصیل: ۱۲۰، الکاشف: ۲/۲۹۱، تہذیب التہذیب: ۱۰/۲۵۸، تقریب التہذیب: ۲/۲۱۱

دوسری بحث

نظر بد سے پناہ طلب کرنے سے متعلق وارد احادیث

(۷/۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لیے پناہ طلب کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ: تمہارے دادا (ابراہیم علیہ السلام) بھی ان کلمات کے ذریعہ اسماعیل واسحاق علیہما السلام کے لیے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے: "أعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ[42] ومن کل عین لامۃ[43]" (یعنی: میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے کامل کلمات کے ذریعہ ہر ایک شیطان سے اور ہر زہریلے جانور سے اور ہر نقصان پہنچانے والی نظر بد سے)۔

اس حدیث کو بخاری نے کتاب الانبیاء میں (۶/۵۰۶، ح:۳۳۷۱) روایت کیا ہے، مذکورہ الفاظ بخاری کے ہی ہیں، نیز ابوداود نے کتاب السنۃ میں باب فی القرآن (۱۳/۶۲) کے تحت جریر الضبی کے طریق سے، ترمذی نے کتاب الطب میں باب ماجاء فی الرقیۃ من العین (۶/۲۲۰، ح: ۲۱۳۸) کے تحت، اور ابن ماجہ نے کتاب الطب میں باب ماعوذ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما عُوذ بہ (۲/۱۱۶۴، ح:۳۵۲۵) کے تحت سفیان ثوری کے طریق سے روایت کیا ہے، ان دونوں (جریر اور سفیان) نے منصور بن المعتمر عن المنہال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: (تمہارے دادا) سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں، انہیں دادا سے اس لیے موسوم کیا کہ وہ ان کے جد اعلی ہیں۔

---

[42] ہامۃ: ہوام کا واحد ہے، جس کے معنی زہریلے جانور کے ہیں، ایک قول یہ بھی ہے کہ: اس سے مراد ہر وہ جانور ہے جس کے اندر جان لیوا زہر ہو، لیکن جس کا زہر جان لیوا نہ ہو اسے: سوام کہا جاتا ہے۔ فتح الباری: ۶/۵۰۶

[43] لامۃ: یعنی جس کے اندر جنون ہو، اس کی اصل ألممت بالشیء (یعنی میں فلاں چیز سے واقف ہوا) سے ماخوذ ہے۔ اللمم: ایک قسم کا جنون ہے جو انسان کو لاحق ہوتا ہے۔ النہایۃ فی غریب الحدیث: ۴/۲۷۲، خطابی کہتے ہیں کہ: یا اس سے مراد ہر وہ بیماری اور آفت ہے جو انسان کو جنون اور الجھن وغیرہ کی شکل میں لاحق ہو۔ أعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری: ۳/۱۵۴۴

آپ ﷺ کے فرمان: (اللہ کے کلمات) سے مراد: مطلقاً اللہ کا کلام، یا معوذتین، یا قرآن کریم ہے۔

(مکمل) یہ صفت لازمہ ہے، یعنی: نفع بخش، یا مکمل، یا ہر قسم کے انسانی یا جناتی شیطان، زہریلے جانور اور انسان کو لاحق ہونے والی تمام آفتوں سے شفا دینے والے (کلمات)۔

***

(۲/۸) ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ جنوں کی نظر بد اور انسانوں کی نظر بد سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے، پھر جب معوذتین اتریں تو آپ نے ان کو پڑھنا شروع کیا اور باقی سب چھوڑ دیا"۔

اسے نسائی نے کتاب الاستعاذہ میں باب الاستعاذہ من عین الجان (۲۷۱/۸) کے تحت ہلال بن العلاء کے طریق سے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ نسائی کے ہیں، ابن ماجہ نے کتاب الطب میں باب من استرقی من العین (۱۱۶۱/۲، ح:۳۵۱۱) کے تحت ابو بکر بن ابی شیبہ کے طریق سے اور بیہقی نے شعب الایمان (۱۵۸/۴، ح:۲۳۲۷) میں عباس الدوری، محمد الصغانی اور ہیذام بن قتیبہ کے طریق سے روایت کیا ہے، ان پانچوں (ہلال، ابو بکر، عباس، محمد الصغانی اور ہیذام) نے سعید بن سلیمان، عن عباد بن العوام، عن الجریری، عن ابی نضرۃ عن ابی سعید کی سند سے روایت کیا ہے۔

نیز اس حدیث کو ترمذی نے کتاب الطب میں باب ما جاء فی الرقیۃ بالمعوذتین (۲۱۸/۶، ح: ۲۱۳۵) کے تحت، نسائی نے الکبری میں کتاب الاستعاذہ، باب فی ذکر فضل ما یتعوذ بہ المتعوذون (۲۰۰/۷، ح: ۷۸۰۴) کے تحت ہشام ابن یونس الکوفی سے، انہوں نے قاسم بن مالک المزنی سے، انہوں نے الجریری سے، انہوں نے ابو نضرہ سے، انہوں نے ابو سعید سے روایت کیا ہے، ترمذی کے الفاظ یوں ہیں: "رسول ﷺ جنوں سے (اللہ کی) پناہ مانگتے تھے)، اس میں (نظر بد) کا لفظ نہیں آیا ہے۔

حدیث کا مدار الجریری عن ابی نضرہ عن ابی سعید ہے۔

رجالِ اسناد کا مختصر تعارف:

الجریری، سعید بن ایاس، ابو مسعود البصری:

احمد کہتے ہیں کہ: وہ بصرہ کے محدث تھے، ابو حاتم کا کہنا ہے: وفات سے پہلے ان کا حافظہ متاثر ہو گیا تھا، ابن معین نے ان کو ثقہ کہا ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ: وہ ثقہ ہیں، وفات سے تین سال قبل ان کو اختلاط لاحق ہو گیا تھا، ان کی وفات سنہ ۱۴۴ھ میں ہوئی[44]۔

ابو نضرہ، المنذر بن مالک بن قطعہ العبدی العوقی:

ان کو ابن معین، ابو زرعہ اور نسائی نے ثقہ کہا ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ: وہ ثقہ ہیں، ذہبی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ: وہ (روایت کرنے میں) خطا کرتے ہیں، ان کی وفات سنہ ۱۰۸ھ میں ہوئی[45]۔

الجریری سے اس حدیث کو دو راویوں نے روایت کیا ہے:

پہلا: عباد بن العوام بن عمر الکلابی، ابو سہل الواسطی:

ان کو ابن معین اور ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ: وہ ثقہ ہیں، ان کی وفات سنہ ۱۸۵ھ میں ہوئی[46]۔

دوسرا: القاسم بن مالک المزنی، ابو جعفر الکوفی:

انہیں عجلی اور ابن معین نے ثقہ کہا ہے، ایک دفعہ ابن معین نے یہ کہا کہ: لا بأس بہ صدوق (ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں، وہ راست گو ہیں)، ابو حاتم کہتے ہیں کہ: وہ صالح (قابل قبول) ہیں، (زیادہ) مضبوط نہیں، ابن حجر کا کہنا ہے کہ: وہ صدوق (سچے) ہیں لیکن ان کے اندر (حافظہ کے اعتبار سے) ضعف بھی پایا جاتا ہے، ان کی وفات سنہ ۱۹۰ھ میں ہوئی[47]۔

---

[44] دیکھیں: الجرح والتعدیل: ۴/۱، تہذیب التہذیب: ۴/۶، تقریب التہذیب: ۱/۳۴۸

[45] دیکھیں: الکاشف: ۲/۲۹۵، تہذیب التہذیب: ۱۰/۲۶۸، تقریب التہذیب: ۲/۲۱۳

[46] دیکھیں: الجرح والتعدیل: ۶/۸۳، الکاشف: ۱/۵۳۱، تقریب التہذیب: ۱/۴۶۸

[47] دیکھیں: تہذیب التہذیب: ۸/۲۹۸، تقریب التہذیب: ۲/۲۲

سابقہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ الجریری کو اختلاط لاحق ہو گیا تھا، علمانے ان رواۃ کو شمار کیا ہے جنہوں نے اختلاط لاحق ہونے سے پہلے ان سے احادیث سنی، لیکن عباد اور قاسم بن مالک ان رواۃ میں سے نہیں ہیں، اس لیے ان کا معاملہ قدرے پیچیدہ ہے، یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے یہ حدیث اختلاط سے قبل ان سے سنی یا اختلاط کے بعد، اس بنا پر ان کی یہ روایت ضعیف قرار پاتی ہے۔

***

(۹/۳) عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی پناہ طلب کرو، اس لیے کہ نظر بد حق ہے"۔

اس حدیث کو ابن ماجہ نے کتاب الطب میں باب العین (۲/۱۱۵۹، ح:۳۵۰۸) کے تحت ابو ہشام المخزومی کے طریق سے روایت کیا ہے، مذکورہ الفاظ ابن ماجہ کے ہی ہیں، نیز طبرانی نے المعجم الاوسط (۶/۱۰۷، ح: ۵۹۴۵) میں سہل بن بکار کے طریق سے ، اور حاکم نے مستدرک (۴/۳۳۹، ح:۵۹۴۵) میں احمد بن اسحاق الحضرمی کے طریق سے روایت کیا ہے، ان تینوں (ابو ہشام، سہل اور احمد بن اسحاق) نے وہیب، عن ابی واقد، عن ابی سلمہ بن عبد الرحمن عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو ابو سلمہ سے صرف ابو واقد نے ہی روایت کیا ہے، اور اس سے روایت کرنے میں بھی وہیب منفرد ہیں۔

اس حدیث کی سند ضعیف جدا (نہایت ہی کمزور) ہے، اس میں:

ابو واقد صالح بن محمد بن زائدہ اللیثی ہے:

جسے ابن معین، علی بن المدینی، ابو بزرعۃ، ابو حاتم اور دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے، بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے، سلیمان بن حرب نے متروک ٹھہرایا ہے، اور ابن حجر کہتے ہیں کہ: وہ ضعیف ہے[48]۔

بوصیری مصباح الزجاجۃ (۲/ ۲۱۹) میں کہتے ہیں کہ: "اس سند میں کلام ہے"۔

***

(۴/۱۰) عبد اللہ بن جراد رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "قریب تھا کہ نظر بد... تقدیر پر سبقت لے جائے، اس لیے تم نظر بد... سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو"۔

اس حدیث کو دیلمی نے "الفردوس" (۳/۸۷، ح: ۴۲۱۹) میں عبدوس سے روایت کیا ہے، انہوں نے الحسین بن فتحویہ سے، انہوں نے ہارون بن محمد ہارون العطار سے، انہوں نے ابراہیم بن احمد بن ابی الشعثاء الحنظلی سے، انہوں نے سلیمان بن محمد البجلی سے، انہوں نے ابو حرب بن محمد الوزان سے، انہوں نے یعلی بن الاشدق سے اور انہوں نے عبد اللہ بن جراد سے روایت کیا ہے۔

یہ سند ضعیف جدا (نہایت ہی کمزور) ہے، اس میں:

یعلی بن الاشدق العقیلی، ابو الہیثم الجزری آیا ہے:

جس کے بارے میں ابن عدی کہتے ہیں کہ: "اس نے اپنے چچا عبد اللہ بن جراد سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے بہت سی منکر احادیث روایت کی ہے، وہ اور اس کے چچا دونوں ہی غیر معروف ہیں"۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ: "وہ نا قابل اعتبار اور ضعیف الحدیث ہے"۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ: "کسی بھی حال میں اس سے روایت کرنا اور حجت پکڑنا جائز نہیں"[49]۔

---

[48] دیکھیں: التاریخ الکبیر: ۴/ ۲۱۹، الضعفاء والمتروکین للدار قطنی: ۱۵۲، تہذیب التہذیب: ۴/ ۳۵۲، تقریب التہذیب: ۱/ ۴۳۲

[49] دیکھیں: الجرح والتعدیل: ۹/ ۳۰۳، المجروحین: ۲/ ۴۹۵، الکامل فی الضعفاء: ۹/ ۱۸۴، میزان الاعتدال: ۴/ ۴۵۶

تیسری بحث:

نظر بد کی تاثیر سے متعلق وارد احادیث

اس بحث میں ان احادیث کو جمع کیا گیا ہے جن کے اندر جسموں پر اثر انداز ہونے والی نظر بد کی اس قوتِ تاثیر کا ذکر آیا ہے جو بسا اوقات بیماری اور موت کا سبب بھی بنتی ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں انسانوں سے خوف و ہیبت اور ہر ایک بات سے وسوسہ میں مبتلا ہونے کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔

ان احادیث کو کتب حدیث اور مسانید (وہ کتابیں جن میں صحابہ کے اسما پر احادیث ترتیب دی جاتی ہیں) سے جمع کیا گیا ہے، ان کے طرق یکجا کیے گئے ہیں، رواۃ کے اختلاف میں غور و فکر کیا گیا ہے، حدیث کے مدار (جہاں ساری سندیں ملتی ہیں) کی تحدید کی گئی ہے، رجالِ اسناد کے احوال سے متعلق جرح و تعدیل کی تحقیق کی گئی ہے، فنِ حدیث کے نقاد نے زیر بحث حدیث اور اس کے رواۃ پر کیا حکم لگایا ہے، اس کی واقفیت کے لیے ان کی تالیفات کی طرف رجوع کیا گیا ہے[50]۔

ذیل میں ان روایتوں کو اجمالاً ذکر کیا جارہا ہے، ساتھ ہی حدیث کے حکم سے متعلق وہ نتیجہ بھی اجمالی طور پر ذکر کیا جارہا ہے جس تک بحث و تحقیق کے بعد میری رسائی ہو سکی، اس کے بعد ان احادیث کا تفصیلی مطالعہ بھی پیش کیا جائے گا:

(۱/۱۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "نظر بد حق ہے، وہ بلند و بالا پہاڑ کو بھی گرا کر (ڈھیر کر دیتی) ہے"۔

یہ حدیث ضعیف ہے، اس میں دوید البصری نامی روای ہے جو کہ ضعیف ہے۔

---

[50] یہ تحقیقی مقالہ جامعۃ القصیم کے علمی آرگن: مجلۃ العلوم الشرعیۃ- جلد (۷)- شمارہ (۲) میں نشر ہو چکا ہے۔

(۱۲/ ۲) ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نظر بد اذن الٰہی سے انسان سے چمٹ جاتی (اور اس پر اس قدر اثر انداز ہوتی) ہے کہ وہ بلند مقام پر چڑھتا ہے، پھر (نظر بد کے نتیجے میں) وہاں سے گر جاتا ہے"۔

یہ حدیث بھی ضعیف ہے، اس کی سند میں محجن نامی راوی ہے جو غیر معروف ہے، نیز اس میں دیلم بن غزوان بھی ہے جو سچا ہے لیکن (روایت میں) ارسال کرتا ہے۔

(۱۳/ ۳) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نظر بد حق ہے، وہ اونٹ کو ہانڈی میں اور انسان کو قبر میں پہنچا دیتی ہے"۔

یہ حدیث ضعیف جدا (نہایت کمزور) ہے۔

(۱۴/ ۴) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قضا و قدر کے بعد میری امت کے لوگ اکثر و بیشتر جس چیز کی وجہ سے مریں گے وہ ہے نظر بد"۔

اس حدیث کو روایت کرنے میں طالب بن حبیب منفرد ہے اور اس کا تفرد نا قابل قبول ہے، بلکہ اس کی حدیث منکر شمار کی جاتی ہے۔

(۱۵/ ۵) اسماء بنت عمیس روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "میری امت کے نصف لوگوں کی قبریں نظر بد کی وجہ سے کھودی جائیں گی"۔

یہ ایک منگھڑت حدیث ہے، اس کی سند میں علی بن عروہ الدمشقی القرشی ہے۔

(۱۶/ ۶) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بیمار یتیم رہتا تھا، آپ نے ایک دن اس کے بارے میں دریافت کیا تو صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ تو وفات پا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم نے اسے دَم نہیں کروایا، کیوں کہ میری امت کی ایک تہائی اموات کی وجہ نظر بد ہے"۔

یہ ایک من گھڑت حدیث ہے، اس کی سند میں یوسف بن السفر، ابو الفیض ہے۔

ذیل کے سطور میں درج بالا احادیث کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا جارہا ہے:

(۱۱/۱)ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: " نظر بد حق ہے، وہ بلند و بالا پہاڑ کو بھی گرا کر ڈھیر کر دیتی ہے "[51]۔

اس حدیث کو احمد نے اپنی مسند (۱/۲۷۴-۲۹۴) میں عبد اللہ بن الولید العدنی کے طریق سے روایت کیا ہے، مذکورہ الفاظ احمد ہی کے ہیں، نیز حاکم (۴/۳۴۰، ح:۷۵۷۸) نے عبد الرحمن بن مہدی کے طریق سے اور طبرانی نے الکبیر (۱۲/۱۴۸، ح: ۱۲۸۳۳) میں ابو حذیفہ کے طریق سے روایت کیا ہے، ان تینوں (عبد اللہ بن الولید، عبد الرحمن بن مہدی، اور ابو حذیفہ) نے سفیان الثوری، عن دوید، عن اسماعیل بن ثوبان، عن جابر بن زید عن ابن عباس کی سند سے روایت کیا ہے۔

رجالِ اسناد کا مختصر تعارف:

سفیان بن سعید بن مسروق الثوری، ابو عبد اللہ الکوفی:

یحی بن معین کہتے ہیں: "سفیان فنِ حدیث میں امیر المؤمنین ہیں"، خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ: "آپ مسلمانوں کے امام اور دین کی ایک اہم شخصیت تھے، آپ کی امانت و دیانت پر سب کا اجماع ہے، ساتھ ہی آپ حفظ و اتقان اور زہد وورع سے بھی لیس تھے، آپ کی وفات سنہ ۱۶۱ھ میں ہوئی"[52]۔

دوید البصری:

بخاری نے "التاریخ الکبیر" میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے درمیان اور دوید بن نافع کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: "دوید نے اسماعیل بن ثوبان سے، انہوں نے جابر بن

---

[51] (حدیث میں) تستنزل الحالق آیا ہے: (حالق کے معنی) بلند پہاڑ کے ہوتے ہیں، دیکھیں: غریب الحدیث لابن الجوزی: ۱/۲۳۶

[52] دیکھیں: تاریخ بغداد: ۹/۱۶۵، تہذیب الکمال: ۱۱/۱۵۴، تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ۱/۲۰۳، تقریب التہذیب: ۱/۳۷۱

زید سے اور انہوں نے ابن عباس سے حدیث سنی"۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ: "یہ دوید بن نافع نہیں ہے، بلکہ وہ شیخ لیّن (نہایت ہی ضعیف راوی) ہے"۔ ابن حبان نے الثقات (٦/ ٤١) میں ان دونوں کو خلط ملط کر دیا اور حافظ ابن حجر نے بھی تعجیل المنفعۃ (ص: ٤٥) میں ابن حبان کی پیروی کی۔ دونوں نے اسماعیل بن ثوبان کی سوانح میں لکھا ہے کہ: اس سے روایت کرنے والے دوید بن نافع ہیں"[53]۔

اسماعیل بن ثوبان:

ان کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے، بخاری نے التاریخ الکبیر میں اور ابن حبان نے الثقات میں ان کو ذکر کیا ہے، دونوں نے ان کے درمیان اور اسماعیل بن ثوبان تابعی کے درمیان تفریق کی ہے، جب کہ ابن ابی حاتم نے ان دونوں کو ایک ہی شمار کیا ہے[54]۔

جابر بن زید الازدی، ابو الشعثاء الجوفی:

ابن معین، ابو زرعہ اور عجلی نے ان کو ثقہ کہا ہے، اور ابن حجر نے بھی: "ثقہ وفقیہ" کہا ہے، ان کی وفات سنہ ۹۳ھ میں اور دوسرے قول کے مطابق ۱۰۳ھ میں ہوئی[55]۔

معلوم ہوا کہ حدیث ضعیف ہے کیوں کہ اس میں دوید البصری ہے جس کے اندر ضعف پایا جاتا ہے۔

---

[53] دیکھیں: التاریخ الکبیر للبخاری: ٣/ ٢٥١، الجرح والتعدیل: ٣/ ٤٣٨، میزان الاعتدال للذہبی: ٢/ ٢٩

[54] دیکھیں: التاریخ الکبیر: ١/ ٣٤٩، الجرح والتعدیل: ١/ ١٦٣، الثقات لابن حبان: ٦/ ٤١

[55] دیکھیں: الثقات للعجلی: ١/ ٢٦٣، تہذیب التہذیب: ٢/ ٣٤، تقریب التہذیب: ١/ ١٥٢

ہیثمی نے "المجمع" (۵/ ۱۱۰) میں اس حدیث کو ذکر کیا اور لکھا ہے کہ: "اسے احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں دوید البصری ہے، جس کے بارے میں ابو حاتم کہتے ہیں کہ: وہ نہایت ضعیف ہے، اس حدیث کے دیگر رواۃ ثقہ ہیں"[56]۔

***

(۱۲/ ۲) ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نظر بد اذن الہی سے انسان سے چمٹ جاتی (اور اس پر اس قدر اثر انداز ہوتی) ہے کہ وہ بلند مقام پر چڑھتا ہے، پھر (نظر بد کے نتیجے میں) وہاں سے گر جاتا ہے"۔

مناوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: (إن العین) یعنی: نظر بد رکھنے والے کی نظر بد، خواہ وہ انسان ہو یا جنات۔ (لتولع) یعنی: چمٹ جاتی ہے (الرجل) یعنی: کامل مردانگی رکھنے والے مرد سے۔ (حتی یصعد حالقا) یعنی: یہاں تک کہ وہ بلند پہاڑ پر چڑھتا ہے، (ثم تردی منہ) یعنی: پھر وہاں سے نیچے گر جاتا ہے۔ کیوں کہ بد نگاہ شخص کے نفس پر جب بری کیفیت طاری ہوتی ہے تو اس کی آنکھ سے اس کی زہریلی قوت نکلتی ہے جو نظر بد کے شکار ہونے والے سے جا لگتی ہے اور اسے نقصان پہنچاتی ہے، اللہ نے روح کے اندر جسم پر اثر انداز ہونے کی ایسی خاصیتیں پیدا فرمائی ہے جن کا کوئی عقلمند انسان انکار نہیں کر سکتا[57]۔

اس حدیث کا مدار دیلم بن غزوان العبدی ہے، اس (سے روایت کرنے والوں نے) دو مختلف سندوں سے روایت کیا ہے:

پہلی سند: دیلم عن وہب بن ابی دُبی، عن ابی حرب، عن محجن عن ابی ذر کی سند سے مرفوعاً۔

---

[56] اس حدیث کو البانی نے السلسلۃ الصحیحۃ (۳/ ۲۵۱، ح: ۱۲۵۰) میں حسن قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ: "اس حدیث کا ایک شاہد (ہم معنی حدیث جو دوسرے صحابی سے مروی ہو) ان الفاظ میں آیا ہے: "یقینا نظر بد انسان کو لاحق ہوتی ہے"۔ اس حدیث کی مزید تفصیل اگلی روایت میں آرہی ہے۔' اس کی وجہ سے یہ حدیث ان شاء اللہ حسن ہے"۔

[57] دیکھیں: فیض القدیر: ۲/ ۳۷۶

اس کو احمد نے اپنی مسند (۵/۱۶۸-۱۴۶) میں یونس بن محمد کے طریق سے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ احمد ہی کے ہیں، نیز بزار (۹/۳۸۶، ح:۳۹۷۲) نے محمد بن عبد الملک القرشی کے طریق سے، طبرانی نے الاوسط (۶/۱۱۹، ح:۵۹۷۷) میں طالوت بن عباد کے طریق سے اور ابن عدی نے الکامل (۳/۵۸۱) میں الصلت بن مسعود کے طریق سے روایت کیا ہے، ان چاروں (یونس، محمد بن عبد الملک، طالوت اور الصلت بن مسعود) نے دیلم سے مذکورہ اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

دوسری سند: دیلم عن وہب بن ابی دُبی، عن مجحن عن ابی ذر کی سند سے مرفوعا۔

اسے ابن عدی نے الکامل (۳/۵۸۱) میں ابراہیم بن محمد بن عرعرہ عن دیلم کے طریق سے مذکورہ اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

رجال اسناد کا مختصر تعارف:

دیلم بن غزوان العبدی، ابو غالب البراء البصری:

ابن معین نے ان کو: صالح (قابل قبول) کہا ہے، ابو حاتم کہتے ہیں کہ: ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں، وہ شیخ (قابل اعتبار راوی) ہیں، اور ابن حجر نے کہا کہ: "وہ سچے ہیں مگر (روایت میں) ارسال کرتے ہیں"[58]۔

وہب بن عبد اللہ بن ابی دُبی اور کچھ لوگوں کے نزدیک ذُبی الُہنائی:

ان کو ابن معین، عجلی اور ابن حجر نے ثقہ کہا ہے[59]۔

ابو حرب بن ابی الاسود الدیلی البصری:

انہوں نے مجحن سے اور انہوں نے ابو ذر سے روایت کیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ: "شاید ابو حرب ہی مجحن ہیں"، ہم اگر ان کی بات مان لیں تو بھی سند منقطع ہی رہے گی کیوں کہ ابو حرب

---

(58) دیکھیں: الکامل (۳/۵۸۰)، الجرح والتعدیل: (۳/۴۳۴)، تہذیب الکمال: (۸/۵۰۱)، تقریب التہذیب: (۱/۲۸۵)

(59) دیکھیں: الثقات للعجلی: ۲/۳۴۵) تہذیب التہذیب: (۱۱/۱۴۴)، تقریب التہذیب: ۲/۲۹۲

کی وفات سنہ ۱۰۹ھ میں، جب کہ ابو ذر کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی، ان کو ذہبی اور ابن حجر نے ثقہ کہا ہے(60)۔

محجن:

ان کا نسب نامہ مذکور نہیں ہے، ابن حجر نے تعجیل المنفعة (ص: ۴۴۲) میں ان کو ذکر کیا اور فرمایا: انہوں نے ابو ذر سے نظر بد والی حدیث روایت کی اور ان سے ابو حرب بن ابی الاسود نے روایت کی)۔ ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں ان کا ذکر کیا اور ان سے متعلق کوئی حکم نہیں بیان کیا، نیز ابن حبان نے الثقات میں ان کو ذکر کیا اور کہا کہ وہ: شیخ (قابل اعتبار راوی) ہیں(61)۔

ابو ذر الغفاری، مشہور صحابی:

صحیح ترین قول کے مطابق آپ کا نام جندب بن جنادہ ہے۔

زیر بحث حدیث سے متعلق بزار کہتے ہیں کہ: "میرے علم میں اس حدیث کو نبی ﷺ سے ابو ذر کے علاوہ کسی اور صحابی نے روایت نہیں کیا اور نہ ابو ذر سے اس سند کے علاوہ کسی اور سند سے یہ حدیث روایت کی گئی"۔

ہیثمی نے المجمع (۵/ ۱۰۹) میں اس حدیث کو ذکر کیا اور فرمایا کہ: "اسے احمد اور بزار نے روایت کیا ہے اور احمد (کی روایت کردہ سند) کے رجال ثقہ ہیں"۔

معلوم ہوا کہ حدیث ضعیف ہے، اس کی سند میں محجن ہے جو کہ غیر معروف ہے، نیز اس میں دیلم بن غزوان ہیں جو کہ سچے ہیں (لیکن ارسال کرتے ہیں)(62)۔

***

---

(60) دیکھیں: تہذیب الکمال: ۳۳/ ۲۳۲، الکاشف: ۲/ ۴۱۸، تقریب التہذیب: ۲/ ۳۸۲

(61) دیکھیں: الجرح والتعدیل: ۸/ ۳۷۶، الثقات لابن حبان: ۵/ ۴۴۸

(62) اس حدیث کو البانی نے السلسلة الصحیحة (۲: ۵۸۰، ح: ۸۸۹) میں ذکر کیا ہے اور اس سے ما قبل کی حدیث سے اس کو تقویت پہنچائی ہے۔

(۱۳/ ۳) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " نظر بد حق ہے، وہ اونٹ کو ہانڈی میں اور انسان کو قبر میں پہنچا دیتی ہے "۔

حدیث کا مدار: محمد بن المنکدر ہیں اور ان سے دو مختلف طرق کے ذریعہ یہ روایت آئی ہے:

پہلا: سفیان الثوری، عن محمد بن المنکدر:

اسے ابن عدی نے الکامل (۸/ ۱۵۰-۱۴۹) میں، ابو نعیم نے حلیہ (۷/ ۹۰) میں، خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ (۱۰/ ۷-۳۴۳) میں اور قضاعی نے مسند الشہاب (۲/ ۱۴۰) میں شعیب بن ایوب، عن معاویہ بن ہشام عن سفیان الثوری عن محمد بن المنکدر سے مذکورہ اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

دوسرا: علی بن ابی علی اللھبی، عن محمد بن المنکدر:

اسے ابن عدی نے الکامل (۶/ ۳۱۶) میں ابن ابی فدیک کے طریق سے، قضاعی نے الشہاب (۲/ ۱۴۰) میں ابراہیم بن حمزہ کے طریق سے روایت کیا ہے اوران دونوں (ابن ابی فدیک اور ابراہیم بن حمزہ) نے علی بن ابی علی سے مذکورہ اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

پہلی سند جو کہ معاویہ بن ہشام عن الثوری کے طریق سے مروی ہے، وہ غلط ہے، اور غلطی یا تو شعیب بن ایوب سے ہوئی ہے یا معاویہ بن ہشام سے، خطیب بغدادی نے ابو نعیم بن عدی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: " محمد بن المنکدر سے سفیان کی روایت کردہ اس حدیث کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ غلط ہے، اور یہ غلطی معاویہ کی ہے جس نے علی بن ابی علی، عن ابن المنکدر عن جابر کی سند سے اسے روایت کیا ہے "[63]۔

ابو نعیم کے علاوہ ائمہ کی ایک جماعت نے بھی اسی کو ثابت کیا ہے:

---

[63] تاریخ بغداد للخطیب البغدادی: ۱۰/ ۳۳۸

ابن عدی الکامل میں رقم طراز ہیں: "محمد بن المنکدر سے سفیان ثوری کی روایت کردہ حدیث کو (سفیان سے) معاویہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ہے"(64)۔

انہوں نے معاویہ کی سوانح میں لکھا ہے کہ: "انہوں نے ثوری سے بہت سی غریب احادیث روایت کی ہے، مجھے امید ہے کہ ان سے (دیگر روایات لینے) میں کوئی حرج نہیں"(65)۔

ابو نعیم الحلیہ میں لکھتے ہیں: "یہ ثوری کی غریب احادیث میں سے ہے جسے روایت کرنے میں معاویہ منفرد ہیں"۔

اسماعیل الصابونی فرماتے ہیں کہ: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ (شعیب) سے یہ کہا گیا کہ مناسب ہے کہ آپ اس حدیث کو روایت نہ کریں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا"(66)۔

ذہبی میزان الاعتدال کے اندر شعیب کی سوانح میں لکھتے ہیں: "انہوں نے ایک منکر حدیث روایت کی ہے جسے خطیب نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے"(67)۔

خطیب بغدادی نے اس حدیث کے علاوہ ان کی کوئی دوسری حدیث ذکر نہیں کی ہے، ہاں ایک اور حدیث ذکر کی ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

علما کے مذکورہ بالا اقوال سے یہ واضح ہوا کہ پہلی سند بھی دوسری سند کی طرف ہی لوٹتی ہے جو کہ علی بن ابی علی اللہبی کے طریق سے مروی ہے، اور وہ نہایت ہی کمزور سند ہے، کیوں کہ علی بن ابی علی متروک اور متہم راوی ہے، احمد بن حنبل نے اس کے بارے میں فرمایا کہ: "وہ جابر سے منکر احادیث روایت کرتا ہے"۔

بخاری کہتے ہیں کہ: "وہ منکر الحدیث ہے"۔

---

(64) الکامل فی الضعفاء: ۸/ ۱۵۰

(65) سابق مرجع

(66) دیکھیں: المقاصد الحسنۃ: ۲۹۴

(67) میزان الاعتدال: ۲/ ۲۷۵

نسائی نے : "متروک الحدیث" کہا ہے اور ابو حاتم کا بھی یہی موقف ہے۔ نیز دار قطنی نے اسے اپنی کتاب الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا ہے[68]۔

معلوم ہوا کہ حدیث ضعیف جدا (نہایت ہی کمزور) ہے[69]۔

***

(۱۴/۴) جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: "قضاو قدر کے بعد میری امت کے لوگ اکثر و بیشتر جس چیز کی وجہ سے مریں گے وہ ہے نظر بد"۔

اس حدیث کو طیالسی نے اپنی مسند (ص: ۲۴۲، ح: ۱۷۶۰) میں روایت کیا ہے، ان کے طریق سے ابن ابی عاصم نے "السنۃ" (۱/۱۳۶، ح: ۳۱۱) میں، بزار نے جیسا کہ "کشف الاستار" (۳/۴۰۳، ح: ۳۰۵۲) میں ہے، طحاوی نے مشکل الآثار (۷/۳۳۸، ح: ۲۹۰۰) میں اور ابن عدی نے الکامل (۵/۱۹۱) میں روایت کیا ہے۔

بخاری نے التاریخ الکبیر (۴/۳۶۰) میں موسی بن اسماعیل سے اور بخاری کے طریق سے عقیلی نے الضعفاء (۳/۱۷۳) کے اندر طالب بن حبیب کی سوانح میں روایت کیا ہے۔

ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء (۵/۱۹۱) میں ابویزید حبویہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

ان تینوں (طیالسی، موسی بن اسماعیل اور ابویزید حبویہ) نے طالب بن حبیب بن عمرو سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: مجھ سے عبد الرحمن بن جابر نے اپنے والد کے واسطے سے بیان کیا۔

---

[68] دیکھیں: الضعفاء الصغیر للبخاری: ۸۵، الضعفاء والمتروکین للنسائی: ۲۱۶، الجرح والتعدیل: ۶/ ۱۹۷، الکامل فی الضعفاء: ۶/ ۳۱۶، الضعفاء والمتروکین للدار قطنی: ۱۹۴، المغنی فی الضعفاء للذہبی: ۲/ ۹۲۔

[69] اس حدیث کو البانی نے السلسلۃ الصحیحۃ (۳/ ۲۵۰، ح: ۱۲۴۹) میں حسن قرار دیا ہے اور کہا کہ: "میرے نزدیک اس کی سند حسن ہے کیوں کہ شعیب بن ایوب کو دار قطنی اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور ابو داود نے مبہم انداز میں ان کی تجریح کرتے ہوئے کہا کہ: میں اللہ تعالی کے خوف سے ان سے روایت نہیں کرتا"۔

یہ بات بھی ذہن نشیں رہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا کہ ذہبی نے میزان الاعتدال (۲/ ۲۷۵) کے اندر شعیب بن ایوب کی سوانح میں لکھا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، نیز سخاوی نے المقاصد الحسنۃ (ص: ۴۷۰، ح: ۲۶۷) میں اس کو ضعیف کہا ہے۔

رجالِ اسناد کا مختصر تعارف:

طالب بن حبیب بن عمرہ الانصاری:

بخاری کہتے ہیں کہ: "فیہ نظر" (یعنی وہ سخت ضعیف ہیں)۔ ذہبی نے کہا کہ: "ان کو ضعیف کہا گیا ہے"، ابن عدی نے ان کو الکامل میں ذکر کیا اور فرمایا: "ہمیں امید ہے کہ ان (کی روایت لینے) میں کوئی حرج نہیں"، ابن حبان نے ان کو اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا اور ابن حجر نے کہا کہ: "وہ سچے ہیں لیکن (روایت میں) وہم (غلطی) کرتے ہیں"[70]۔

عبد الرحمن بن جابر بن عبد اللہ الانصاری، ابو عتیق المدنی:

ان کو عجلی اور نسائی نے ثقہ کہا ہے، ابن سعد نے ان کی روایت کو ضعیف بتلایا ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ: وہ ثقہ ہیں، ابن سعد کا ان کو ضعیف کہنا درست نہیں"[71]۔

جابر بن عبد اللہ انصاری مشہور صحابی ہیں۔

حدیث کی سند ضعیف ہے، کیوں کہ طالب بن حبیب کے بارے میں بخاری نے کہا کہ: "فیہ نظر" (یعنی وہ سخت ضعیف ہیں) ان کی یہ عبارت شدید جرح پر محمول کی جاتی ہے، جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "بخاری جب راوی کے بارے میں یہ کہیں کہ: "سکتوا عنہ" (یعنی: محدثین نے ان کے تعلق سے سکوت اختیار کیا ہے) یا یہ کہیں کہ "فیہ نظر" (یعنی: وہ سخت ضعیف ہیں) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ راوی ان کے نزدیک سب سے کمتر اور احقر درجہ کا حامل ہے، لیکن (بخاری کی یہ امتیازی خوبی ہے) کہ وہ جرح کرنے میں لطیف عبارت استعمال کرتے ہیں"[72]۔

---

[70] دیکھیں: التاریخ الکبیر: ۴/ ۳۶۰، الکامل فی الضعفاء: ۵/ ۱۹۱، میزان الاعتدال: ۲/ ۳۳۳، تقریب التہذیب: ۱/ ۴۴۸

[71] دیکھیں: الجرح والتعدیل: ۵/ ۲۶۶، تہذیب التہذیب: ۶/ ۱۳۹، تقریب التہذیب: ۱/ ۵۶۴

[72] اختصار علوم الحدیث لابن کثیر: ۱۰۷

عقیلی نے طالب کی سوانح کی ابتدا بخاری کے اسی قول سے کی اور کہا کہ: "اس طریق کے علاوہ دیگر اچھی سندوں سے بھی نظر بد سے متعلق نبی ﷺ کی حدیث مروی ہے"[73]، گویا وہ اس روایت کی نکیر کر رہے ہیں۔

ابن عدی نے الکامل کے اندر طالب بن حبیب کی سوانح میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے، (ان کا یہ منہجِ تالیف ہے کہ) وہ راوی کی سوانح میں اسی روایت کو لاتے ہیں جس (کو روایت کرنے میں) راوی منفرد ہو اور اس پر نکیر کی گئی ہو، اس کے علاوہ ابن عدی نے اس کی دلیل بھی ذکر کی ہے کہ طالب بن حبیب اس روایت میں مضطرب ہے، چنانچہ کبھی اپنے شیخ عبد الرحمن بن جابر سے روایت کرتا ہے تو کبھی محمد بن جابر سے، نیز ابن عدی نے ایک اور حدیث ذکر کی ہے جس میں طالب اضطراب کا شکار ہے، چنانچہ کبھی اپنے شیخ عبد الرحمن بن جابر عن ابیہ کی سند سے روایت کرتا ہے تو کبھی عن جدہ کی سند سے، ان تمام دلائل سے بخاری کے اُس قول کی تاکید ہوتی ہے جس کے ذریعہ ابن عدی نے طالب کی سوانح کا آغاز کیا ہے۔

ابو الفرج ابن الجوزی نے العلل المتناہیہ (۲/ ۸۷۲) میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

مزید یہ کہ اس حدیث کو اس سند کے ساتھ ذکر کرنے سے کتب ستہ کے تمام مصنفین نے اعراض برتا ہے، جب کہ ابو داود الطیالسی کی روایت سے یہ حدیث مشہور بھی ہے۔ چنانچہ یہ حدیث صرف کتبِ رجال اور کتبِ غرائب ہی میں مذکور ہے۔

اس قسم کا راوی جب روایت کرنے میں منفرد ہو تو اس کا تفرد قابل قبول نہیں ہوتا، بلکہ اس کی حدیث منکر شمار کی جاتی ہے[74]۔

---

[73] دیکھیں: الضعفاء الکبیر: ۲/ ۲۳۱

[74] البانی نے اس حدیث کو السلسلۃ الصحیحۃ (۲/ ۳۴۸، ح: ۷۴۷) میں حسن کہا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ابن حجر نے فتح الباری (۱۰/ ۱۰۶) میں اس کو حسن قرار دیا ہے۔

اس حدیث کا متن بھی پیچیدہ ہے، بطور خاص جب اسے ظاہر پر محمول کیا جائے، وہ یہ کہ نظر بد اللہ کے قضاو قدر سے واقع نہیں ہوتا، اس معنی سے بچنے کے لیے اس کی پر تکلف تاویل کرنا ضروری ہے، اس طرح صحیح معنی یہ ہو سکتا ہے کہ: میری امت کے اکثر و بیشتر مرنے والے- اگرچہ تمام کے تمام اللہ کے قضاو قدر سے مرتے ہیں- نظر بد کی وجہ سے مرتے ہیں۔

***

(۵/۱۵) اسماء بنت عمیس روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "میری امت کے نصف لوگوں کی قبریں نظر بد کی وجہ سے کھودی جائیں گی"۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۲۴/۱۵۵، ح:۳۹۹) میں یوں روایت کیا: ہم سے ابو عقیل انس بن سالم الخولانی نے روایت کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن ہشام ابو امیہ الحرانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عثمان بن عبد الرحمن الطرائفی نے بیان کیا، انہوں نے علی بن عروہ سے، انہوں نے عبد الملک سے، انہوں نے داود بن ابی عاصم سے اور انہوں نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

یہ حدیث من گھڑت ہے، اس کی سند میں علی بن عروہ الدمشقی القرشی ہے:

جس کے بارے میں ابو حاتم کہتے ہیں کہ: (وہ متروک الحدیث ہے)، ابن عدی نے کہا: "وہ منکر الحدیث ہے"، ابن حبان کہتے ہیں کہ: "وہ حدیث گھڑا کرتا تھا"، اور ابن حجر نے اسے متروک سے متصف کیا ہے[75]۔

---

[75] دیکھیں: الجرح والتعدیل: ۶/۱۹۸، المجروحین: ۲/۸۳، الکامل فی الضعفاء: ۶/۳۵۶، تہذیب التہذیب: ۷/۳۱۹، التقریب: ۱/۹۹

اس حدیث کو ہیثمی "المجمع "(۵/ ۱۰۹) میں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں علی بن عروہ الدمشقی ہے جو کہ جھوٹا راوی ہے"۔ عراقی طرح التثریب (۸/ ۱۹۸) میں رقم طراز ہیں: "اس حدیث کی سند ضعیف جدا (نہایت کمزور) ہے"[76]۔

***

(۱۶/ ۶) انس بن مالک سے مروی ہے ، وہ کہتے ہیں کہ: "رسول اللہ کے پاس ایک بیمار یتیم رہتا تھا، آپ نے ایک دن اس کے بارے میں دریافت کیا تو صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ تو وفات پا گیا، رسول اللہ نے فرمایا: "کیا تم نے اسے دَم نہیں کروایا، کیوں کہ میری امت کی ایک تہائی موتوں کی وجہ نظر بد ہے"۔

اس حدیث کو حکیم ترمذی نے "نوادر الاصول فی معرفة احادیث الرسول" (۲/ ۸۰۳، ح: ۱۱۰۴) میں فضل بن محمد کے طریق سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن الوزیر الواسطی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یوسف بن السفر نے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے مالک بن انس نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ: مجھ سے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

یہ حدیث من گھڑت ہے، اس کی سند میں یوسف بن السفر ابو الفیض ہے:

وہ اوزاعی کا کاتب تھا، بخاری اس کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ: وہ منکر الحدیث ہے، ابوزرعہ وغیرہ نے اسے متروک کہا ہے، نسائی کہتے ہیں کہ: وہ ثقہ نہیں ہے، ابن عدی نے کہا کہ: اس نے باطل وبے بنیاد حدیثیں روایت کی ہے، اور دار قطنی کہتے ہیں کہ: وہ متروک اور جھوٹا ہے[77]۔

---

[76] دیکھیں: اس حدیث کو البانی نے سلسلة الأحاديث الضعيفة (۴/ ۱۵۰، ح: ۱۶۴۸) میں موضوع قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ: "اس سند کی آفت ابن عروہ ہے"۔

[77] دیکھیں: الضعفاء الصغیر للبخاری: ۱۲۷، الکامل فی الضعفاء: ۸/ ۴۹۷، الضعفاء والمتروکین للدار قطنی: ۲۵۷، میزان الاعتدال: ۴/ ۴۶۶، نیز البانی نے بھی ضعیف الجامع الصغیر (۱/ ۳۲۶) میں اسے ضعیف کہا ہے۔

خلاصہ

مذکورہ بالا احادیث کے اسانید ومتون کا جائزہ لینے، ان میں اور ان کے طرق، رواۃ کے اختلاف، اور اہل علم کے کلام میں غور وفکر کرنے کے بعد ہمیں یہ معلوم ہوا کہ ان میں سے اکثر احادیث نہ تو مرتبۂ قبول کو پہنچتی ہیں اور نہ اہل علم کے کلام سے خالی ہیں، کسی میں متروک اور جھوٹا راوی ہے، کسی میں راوی ضعیف ہونے کے ساتھ روایت کرنے میں منفرد ہے، تو کسی میں راوی غیر معروف یا نہایت کمزور ہے، اگر تکلف کے ساتھ ان کے ضعف کو (مختلف طرق واسانید کی بنا پر) تقویت بھی پہنچائی جائے تو ان کو احتیاط کے ساتھ ہی قبول کیا جا سکتا ہے۔

***

چوتھی بحث

نظر بد کی دعا اور اس کی جھاڑ پھونک سے متعلق وارد احادیث

(۱/۱۷) ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر (نظر بد لگنے کی وجہ سے) کالے دھبے پڑ گئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر دم کرادو کیوں کہ اسے نظر بد لگ گئی ہے"۔

اس حدیث کو بخاری نے کتاب الطب، باب رقیۃ العین (۱۰/۲۴۵، ح:۵۷۳۹) میں محمد بن وہب الدمشقی کے طریق سے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ بخاری ہی کے ہیں، نیز مسلم نے کتاب السلام میں، باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمۃ والنظرۃ (۱۴/۱۸۵، ح:۲۱۹۷) میں سلیمان بن داود کے طریق سے روایت کیا ہے، ان دونوں (محمد اور سلیمان) نے محمد بن حرب سے روایت کیا، کہا: ہم سے محمد بن الولید الزبیدی نے بیان کیا، کہا: ہم کو زہری نے خبر دی، انہیں عروہ بن زبیر نے، انہیں زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے اور ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ: آپ کے فرمان: "اسے نظر بد لگ گئی ہے" کے سلسلے میں علما کا اختلاف ہے کہ اس نظر بد سے کیا مراد ہے، جن کی نظر بد، یا انسان کی نظر بد، ابو عبید الہروی نے ثانی الذکر کو قطعی طور پر ذکر کیا ہے، زیادہ بہتر یہ ہے کہ اسے عموم پر محمول کیا جائے اور (مطلق طور پر یہ کہا جائے کہ) اسے نظر بد لگ گئی، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دم کرانے کی اجازت دی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نظر بد کے علاج کے لیے دم کرانا مشروع ہے"[78]۔

(۲/۱۸) عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا- یا حکم دیا- کہ ہم نظر بد لگنے پر جھاڑ پھونک اور دم کرائیں"۔

---

[78] فتح الباری: ۱۰/۲۴۸

اس حدیث کو بخاری نے کتاب الطب میں، باب رقیۃ العین (۱۰/ ۲۴۵، ح:۵۷۳۸) کے تحت محمد بن کثیر کے طریق سے روایت کیا ہے، اور مذکورہ الفاظ بخاری ہی کے ہیں، نیز مسلم نے کتاب السلام میں، باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمۃ والنظرۃ (۱۴/ ۱۸۴، ح: ۲۱۹۵) کے تحت عبد اللہ بن نمیر کے طریق سے روایت کیا ہے، ابن ماجہ نے کتاب الطب میں باب من استرقی من العین (۲/ ۱۱۶۰، ح: ۳۵۱۲) کے تحت، اور احمد (۶/ ۶۳) نے وکیع کے طریق سے روایت کیا ہے، ان تینوں (محمد بن کثیر، عبد اللہ بن نمیر اور وکیع) نے سفیان سے روایت کیا، کہا کہ مجھ سے معبد بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبد اللہ بن شداد کو عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے سنا۔

اس حدیث سے (اس بات کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے) کہ نظرِ بد کے علاج کے لیے اس شخص سے دم کرایا جائے گا جس کو دم کرنا آتا ہو۔

***

(۱۹/ ۳) انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ :" رسول اللہ ﷺ نے نظر بد، حُمہ [79] (زہریلے جانور کے ڈنک) اور نملہ [80] (ایک بیماری ہے جس سے پہلو میں زخم پڑ جاتے ہیں) کے لیے دم کرنے کی اجازت دی"۔

اس حدیث کو مسلم نے کتاب السلام میں باب استحباب الرقیۃ من العین (۱۴/ ۱۸۵، ح:۲۱۹۶) کے تحت روایت کیا ہے، اور مذکورہ الفاظ اسی کے ہیں، نیز ترمذی نے کتاب الطب میں، باب ماجاء فی الرخصۃ فی ذلک (۶/ ۲۱۵، ح: ۲۱۳۲) کے اندر یحیی بن آدم کے طریق سے، ابن ماجہ نے کتاب الطب میں، باب مارخص فیہ من الرقی (۲/ ۱۱۶۲، ح:۳۵۱۶) کے تحت معاویہ بن ہشام

---

[79] حمہ: سے مراد سانپ اور بچھو جیسے زہریلے جانور کا زہر ہے، کچھ علما کا کہنا ہے کہ حمہ سے مراد بچھو کا کانٹا ہے (جس سے وہ ڈنک مارتا ہے)۔ غریب الحدیث لأبی الفرج ابن الجوزی: ۱/ ۲۴۴

[80] نملہ سے مراد: وہ زخم ہے جو پہلو میں نکلتا ہے۔ النہایۃ فی غریب الحدیث: ۵/ ۱۲۰

کے طریق سے اور احمد نے اپنی مسند (۳/۱۱۸) میں وکیع کے طریق سے روایت کیا ہے، ان تینوں (یحیی بن آدم، معاویہ بن ہشام، اور وکیع) نے عاصم الاحول سے، ان سے یوسف بن عبد اللہ بن حارث نے اوران سے انس بن مالک نے روایت کیا۔

رخصت واجازت ممانعت کے بعد دی جاتی ہے، گویا کہ نبی ﷺ نے (پہلے پہل) انہیں دم اور جھاڑ پھونک کرنے سے منع فرمایا کہ ہونہ ہو ان کی جھاڑ پھونک میں جاہلیت کے الفاظ شامل ہوں، چنانچہ صحابہ کرام اس سے باز رہے، پھر آپ ﷺ نے جب (دیکھا) کہ یہ خدشہ زائل ہو چکا ہے تو آپ نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

***

(۲۰/۴) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ حزم کے لوگوں کو سانپ (کے ڈسنے پر) دم کرنے کی اجازت دی۔ اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا:: "کیا سبب ہے میں اپنے بھتیجوں (یعنی جعفر بن ابو طالب کے لڑکوں کو) دبلا پاتا ہوں[81]، کیا وہ بھوکے رہتے ہیں؟"، اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں ان کو نظر بد جلدی لگ جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "انہیں دم کرو" میں نے آپ ﷺ کے سامنے جھاڑ پھونک (کے کلمات) پیش کیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "انہیں دم کرو"۔

اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب السلام میں، باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمۃ والنظرۃ (۱۴/۱۸۵، ح:۲۱۹۸) میں ابو عاصم الضحاک بن مخلد کے طریق سے روایت کیا ہے، نیز احمد (۳/۳۳۳) نے روح بن عبادہ کے طریق سے روایت کیا ہے، ان دونوں (ضحاک اور روح بن عبادہ) نے ابن جریج سے روایت کیا، کہا کہ مجھے ابو الزبیر نے خبر دی کہ انہوں نے جابر کو کہتے سنا، اس کے بعد مذکورہ حدیث ذکر کی۔

---

[81] (حدیث میں) ضارعہ کا لفظ آیا ہے: ضارع کہتے ہیں: کمزور اور دبلے پتلے انسان کو، کہا جاتا ہے: ضرِع یضرع فھو ضارع وضرَع۔ النہایۃ فی غریب الحدیث: ۳/۸۴

***

(۲۱/۴) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جھاڑ پھونک صرف نظر بد کے لیے یا زہریلے جانوروں کے کاٹنے کے لیے یا ایسے خون کے لیے ہے جو تھمتا نہ ہو"۔

اس حدیث کو ابوداود نے کتاب الطب میں، باب فی تعلیق التمائم (۱۰/۳۶۹، ح:۳۸۶۶) کے تحت، احمد نے اپنی مسند (۴/۴۳۷) میں، طبرانی نے المعجم الکبیر (۱۸/۲۳۵، ح:۵۸۷) میں اور بیہقی نے السنن (۹/۳۴۸) میں مالک بن مغول کے طریق سے روایت کیا ہے، ترمذی نے کتاب الطب میں، باب ماجاء فی الرخصۃ فی ذلک (۶/۲۱۷، ح:۲۱۳۴) کے تحت اور حمیدی (۲/۳۶۹، ح:۸۳۶) نے سفیان بن عیینہ کے طریق سے روایت کیا ہے، ان دونوں (مالک اور سفیان) نے حصین بن عبد الرحمن سلمی سے روایت کیا اور انہوں نے شعبی سے مذکورہ سند کے ساتھ روایت کیا۔

اس حدیث کا مدار شعبی ہیں، انہوں نے مختلف سندوں سے یہ حدیث روایت کی ہے:

پہلی سند: شعبی نے عمران بن حصین سے موقوفاً روایت کیا۔

اس کو بخاری نے اپنی صحیح (۱۰/۱۹۱، ح:۵۷۰۵) میں محمد بن فضیل کے طریق سے روایت کیا، انہوں نے حصین سے، انہوں نے شعبی سے اور انہوں نے عمران بن حصین سے، کہا کہ: "جھاڑ پھونک صرف نظر بد کے لیے یا زہریلے جانوروں کے کاٹنے کے لیے ہے"۔ حصین کہتے ہیں کہ: میں نے سعید بن جبیر سے یہ حدیث ذکر کی تو آپ نے فرمایا: ہمیں ابن عباس نے بیان کیا... پھر آپ نے ستر ہزار لوگوں (کے بلا حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہونے والی) حدیث ذکر فرمائی۔

دوسری سند: شعبی نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔

اسے ابوداود نے کتاب الطب میں، باب فی الرقی (۱۰/۳۸۱، ح:۳۸۷۱) کے تحت روایت کیا، طبرانی نے المعجم الکبیر (۱/۲۵۴، ح:۷۳۳) میں، دارقطنی نے العلل (۱۲/۱۰۹، ح:۲۴۹) میں،

اور حاکم نے مستدرک (۴/ ۴۱۳) میں شریک النخعی کے طریق سے روایت کیا، انہوں نے عباس بن ذریح سے اور انہوں نے شعبی سے مذکورہ سند کے ساتھ روایت کیا۔

تیسری سند: شعبی نے جابر سے مرفوعا روایت کیا۔

اسے ابن ابی شیبۃ نے "المصنف" (۵/ ۴۱، ح: ۲۳۵۲۱) میں ، ہیثمی نے "کشف الاستار" (۳۰۵۶) میں، اور قضاعی نے "الشہاب" (۸۵۱) میں روایت کیا ہے، ابن ابی شیبہ کی سند اس طرح ہے: شعبی نے نبی ﷺ کے بعض صحابہ سے ، مجالد کے طریق سے ، انہوں نے شعبی سے مذکورہ سند کے ساتھ روایت کیا۔

چوتھی سند: شعبی نے بریدہ بن حصیب اسلمی سے، اور انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا۔

اسے ترمذی نے حدیث نمبر (۲۱۳۴) کے بعد معلقاً روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ (۲/ ۵۶۳، ح: ۲۲۶۳) نے شعبہ کے طریق سے، انہوں نے حصین بن عبد الرحمن سے اور انہوں نے شعبی سے مذکورہ سند کے ساتھ روایت کیا۔

شعبہ کے علاوہ دیگر رواۃ اسے حصین سے ، وہ شعبی سے ، اور وہ بریدہ سے موقوفاً روایت کرتے ہیں۔

دار قطنی کہتے ہیں کہ: "یہ حدیث مضطرب ہے"۔

اس حدیث کی محفوظ روایت جیسا کہ مزی نے "تحفۃ الاشراف" (۲/ ۷۷) میں لکھا ہے، یہ ہے: حصین نے شعبی سے اور انہوں نے عمران بن حصین سے موقوفاً روایت کیا۔

اسے مسلم نے اپنی صحیح (۱/ ۴۶۲، ح: ۱۶۳) میں حصین بن عبد الرحمن کے طریق سے، انہوں نے شعبی سے اور انہوں نے برید بن حصیب سے موقوفاً روایت کیا۔ نیز اس میں ابن عباس کی ستر ہزار لوگوں (کے بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہونے والی) روایت بھی مذکور ہے۔

راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ: بخاری و مسلم نے اس حدیث کو صرف اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ابن عباس کی وہ روایت بھی موجود ہے جس میں اختلاف نہیں ہے، البتہ حصین نے شعبی

سے جو حدیث روایت کی ہے وہ (صحیحین میں) ضمناً آئی ہے (مؤلف کا مقصدِ روایت وہ نہیں ہے)۔

***

(۵/۲۲) عبید بن رفاعہ الزرقی روایت کرتے ہیں کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول! جعفر رضی اللہ عنہ کے لڑکوں کو بہت جلد نظر بد لگ جاتی ہے، کیا میں ان کے لیے جھاڑ پھونک کراؤں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں، اس لیے کہ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرنے والی ہوتی تو اس پر نظر بد ضرور سبقت کرتی"۔

اس حدیث کو ترمذی نے کتاب الطب میں، باب ما جاء فی الرقیۃ من العین (۲۱۹/۶، ح:۲۱۳۶) کے تحت اور ابن ماجہ نے کتاب الطب، باب من استرقی من العین (۱۱۶۰/۲، ح:۳۵۱۰) کے تحت سفیان بن عیینہ کے طریق سے روایت کیا ہے، نیز ترمذی نے مذکورہ بالا کتاب و باب کے اندر حدیث نمبر (۲۱۳۷) کے تحت، اور نسائی نے "الکبری" میں کتاب الطب، باب رقیۃ العین (۷۳/۷، ح:۷۴۹۵) کے تحت ایوب کے طریق سے روایت کیا ہے، ان دونوں (سفیان اور ایوب) نے عمرو بن دینار سے اور انہوں نے عروہ بن عامر سے مذکورہ سند کے ساتھ روایت کیا۔

رجالِ اسناد کا مختصر تعارف:

عمرو بن دینار المکی، ابو محمد الجمحی: ان کو ابو حاتم اور نسائی نے ثقہ کہا ہے، اور ابن حجر کہتے ہیں کہ: "یہ ثقہ اور قابل حجت راوی ہیں"، ان کی وفات سنہ ۱۵۰ھ میں ہوئی۔

عروہ بن عامر القرشی، دوسرے قول کے مطابق: الجہنی المکی۔ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ: (ان کا بعض صحابہ سے روایت کرنا اس بات سے مانع نہیں ہے کہ وہ صحابی ہوں)[82]۔

---

[82] دیکھیں: الإصابہ فی تمیز الصحابۃ: ۲۴۸/۲، تقریب التہذیب: ۱۹/۲

عبید بن رفاعہ بن رافع الانصاری الزرقی: ان کی ولادت نبی ﷺ کے زمانے میں ہوئی، ان کو عجلی نے ثقہ کہا ہے[83]۔

معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے، ترمذی کہتے ہیں: "یہ حدیث حسن صحیح ہے"۔

***

(۲۳/۶) عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے تو آپ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سن کر فرمایا: یہ بچہ کیوں رو رہا ہے؟ کیا تم نے نظر بد (سے محفوظ رہنے) کے لیے اسے دم نہیں کروایا"۔

اس حدیث کو احمد (۶/ ۷۲) اور طبرانی نے الاوسط (۴/ ۳۱۲، ح: ۴۲۹۵) میں ابو اویس کے طریق سے روایت کیا ہے، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن ابو بکر نے بیان کیا، انہوں نے عمرہ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

رجالِ اسناد کا مختصر تعارف:

ابو اویس، عبد اللہ بن عبد اللہ بن اویس بن مالک بن ابی عامر الاصبحی، یہ مالک کے رشتہ دار تھے۔

احمد کہتے ہیں کہ: "یہ ضعیف الحدیث ہیں"، ایک دفعہ کہا: "ان (کی روایت لینے) میں کوئی حرج نہیں"۔

ابن معین کہتے ہیں کہ: "یہ ضعیف الحدیث ہیں"، ایک دفعہ کہا کہ: "سچے ہیں لیکن قابل حجت نہیں"، اور ایک بار کہا کہ: "وہ صالح (قابل اعتبار) ہیں لیکن اتنے قوی بھی نہیں"۔

نسائی کہتے ہیں کہ: "وہ قوی راوی نہیں ہیں"۔

ابن عدی نے کہا کہ: "ان کی احادیث میں سے کچھ تو ایسی ہیں جو درست ہیں اور ان کو روایت کرنے میں ثقہ راویوں نے ان کی موافقت کی ہے، اور کچھ ایسی بھی ہیں جن میں کسی نے ان کی موافقت نہیں کی ہے"۔

---

[83] دیکھیں: الجرح والتعدیل: ۵/ ۴۰۶، تقریب التہذیب: ۱/ ۵۴۳

ابو حاتم کہتے ہیں کہ: "ان کی حدیث لکھی تو جائے گی لیکن اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی، وہ اتنے قوی نہیں ہیں"۔

ابن حجر نے کہا کہ: "وہ سچے ہیں لیکن (روایت میں) وہم کے شکار ہیں"، ان کی وفات سنہ ۱٦٧ھ میں ہوئی[84]۔

عبد اللہ بن ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم الانصاری:

ان کو ابن معین، ابو حاتم اور نسائی نے ثقہ کہا ہے اور ابن حجر کی بھی یہی رائے ہے۔ ان کی وفات سنہ ۱۳۵ھ میں ہوئی[85]۔

عمرہ بنت عبد الرحمن بن سعد بن زرارہ الانصاریہ:

ان کا شمار فقہائے تابعین میں ہوتا ہے، ابن المدینی کہتے ہیں کہ: یہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسب فیض کرنے والے ثقہ علما میں سے ہیں اور ان سے (روایت کرنے والے) قابل حجت رواۃ میں ان کا شمار ہوتا ہے، ابن معین فرماتے ہیں: "وہ ثقہ اور قابل حجت راویہ ہیں"، اور ابن حجر نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے، ان کی وفات سنہ ۱۰۰ھ میں ہوئی[86]۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا (محتاج تعارف نہیں)۔

خلاصہ یہ کہ حدیث کی سند ضعیف ہے، کیوں کہ اس میں عبد اللہ بن عبد اللہ بن اویس ہیں جن کی دین داری وامانت داری پر کسی نے انگلی نہیں اٹھائی ہے، بلکہ ان کے کمزور حافظہ کو معیوب بتایا ہے، اور اس پر کلام کیا ہے کہ وہ بعض احادیث میں (ثقہ راویوں کی) مخالفت کرتے ہیں، نیز اس حدیث کی متابعت (تائید) کرنے والی یا اس کے شاہد (ایسی ہم معنی حدیث جو دوسرے صحابی سے مروی ہو) تک میری رسائی نہیں ہو سکی۔

---

[84] دیکھیں: الجرح والتعدیل: ۵/ ۹۲، الکامل فی الضعفاء: ۵/ ۳۰۰، میزان الاعتدال: ۲/ ۴۵۰، المغنی فی الضعفاء: ۱/ ۵۴٦، تقریب التہذیب: ۱/ ۵۰۵

[85] دیکھیں: تہذیب التہذیب: ۱۲/ ۴٦٦، تقریب التہذیب: ۱/ ۴۸۱

[86] دیکھیں: الکاشف: ۲/ ۵۱۴، تقریب التہذیب: ۲/ ٦۵۲

***

(۷/۲۴) عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی زوجہ محترمہ ام سلمہ کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک بچہ رو رہا ہے، اہلِ خانہ نے بتایا کہ اسے نظر لگی ہوئی ہے، عروہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا نظر بد کے (علاج) کے لیے اسے دم نہیں کراتے؟"۔

یہ حدیث اسی طرح مرسلاً آئی ہے، مالک نے کتاب العین، باب الرقیۃ من العین (۵۲۸/) میں اور ابو بکر بن شیبہ نے کتاب العین میں، باب من رخص فی الرقیۃ من العین (۴۸/۵، ح: ۲۳۵۸۲) کے تحت سلیمان بن یسار کے طریق سے روایت کیا ہے کہ عروہ بن زبیر نے ان سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ...

ابن عبد البر کہتے ہیں کہ: "مالک کے نزدیک "الموطا" میں تمام رواۃ نے اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے، یہ حدیث صحیح ہے اس کے معنی مختلف صحیح و ثابت طرق سے درست قرار پاتے ہیں"[87]۔

ان کا مقصد یہ بتانا ہے کہ حدیث کا معنی و مفہوم صحیح ہے کیوں کہ صحیح احادیث کے اندر رقیہ (جھاڑ پھونک) کا حکم دیا گیا ہے۔

***

[87] التمہید لما فی الموطا من المعانی والأسانید لابن عبد البر القرطبی: ۱۵۲/۲۳

پانچویں بحث

نظر بد (کے علاج کے لیے) غسل کرنے سے متعلق وارد احادیث

(۱/۲۵) ابو امامہ بن سہل بن حنیف روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے بیان کیا کہ: " نبی ﷺ اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام مکہ کی جانب نکل پڑے، جب وہ مقام جحفہ [88] میں شعبِ خرار [89] کے پاس پہنچے تو سہل بن حنیف نے وہاں غسل کیا، وہ گورے چٹے اور خوبصورت جسم والے تھے، عامر بن ربیعہ نے ان کو غسل کرتے دیکھا تو کہا کہ میں نے آج تک اتنا خوب صورت جسم کسی پردہ نشیں دوشیزہ [90] کا بھی نہیں دیکھا۔ اس پر سہل وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی آیا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ، آپ کو کچھ سہل کا حال بھی معلوم ہے؟ اللہ کی قسم، وہ تو سر بھی نہیں اٹھا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم ان کے بارے میں کسی کو متہم کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم تو عامر بن ربیعہ کو متہم کرتے ہیں۔ آپ عامر پر غصہ ہوئے اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں ناحق قتل کرتا ہے؟ جب تم کوئی پسندیدہ چیز دیکھتے ہو تو برکت کی دعا کیوں نہیں کرتے، پھر فرمایا کہ: اب تم اس کے لیے غسل کرو، تو عامر نے اپنا چہرہ، دونوں ہاتھ، کہنیاں، دونوں گھٹنے، پاؤں کے اطراف اور تہبند کا اندرون ایک برتن میں دھویا۔ پھر یہ سارا پانی سہل کے اوپر ڈال دیا، ایک شخص نے ان کے سر پر اور پیچھے سے پشت

---

[88] یہ ایک مقام ہے جو مقام رابغ سے قریب مکہ کی شمال مغربی جہت میں واقع ہے' اسے مہیعہ سے بھی موسوم کیا جاتا تھا' اسے جحفہ اس لیے کہتے ہیں کہ سیلاب کا پانی (ایک دفعہ) اسے اور اس کے باشندوں کو بہا کر لے گیا۔ وہ ان پانچ میقاتوں میں سے ایک ہے جہاں سے حج و عمرہ کے لیے احرام باندھا جاتا ہے۔ دیکھیں: معجم البلدان لیاقوت الحموی: ۲/ ۱۱۱۔

[89] شعب خرار: جحفہ کے قریب ایک جگہ ہے' ایک قول یہ بھی ہے کہ: یہ مدینہ کی ایک وادی ہے۔ سابق مرجع: ۲/ ۳۵۰

[90] اس سے مراد وہ کنواری دوشیزہ ہے جو گھر کے اندر باپردہ رہتی ہیں' کیوں کہ اس کا پردہ شادی شدہ خاتون کے پردے سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ النہایۃ فی غریب الحدیث: ۲/ ۳

پر پانی انڈیل کر ان کے پیچھے برتن کو الٹ دیا، تو وہ ٹھیک ہو گئے اور لوگوں کے ساتھ اس حال میں نکلے کہ ان کو کوئی تکلیف نہ تھی"[91]۔

اس حدیث کا مدار ابو امامہ بن سہل ہیں، ان سے دو راویوں نے روایت کیا ہے:

۱- محمد بن شہاب زہری۔

۲- ان کے صاحبزادے محمد بن ابو امامہ بن سہل بن حنیف۔

پہلا طریق: زہری، ان سے دو مختلف شکلوں میں روایت آئی ہے، کبھی موصولاً ہے اور کبھی مرسلاً:

پہلی سند: زہری نے ابو امامہ بن سہل سے اور انہوں نے اپنے والد سے موصولاً روایت کیا۔

اسے احمد نے (۳/ ۴۸۷) مذکورہ الفاظ کے ساتھ ابو اویس کے طریق سے روایت کیا، طبرانی نے "الکبیر" (۶/ ۸۷،) میں ابن ابی ذئب کے طریق سے (ح:۵۵۷۸)، ابراہیم بن اسماعیل کے طریق سے (ح:۵۵۷۳) اور عقیل کے طریق سے (ح:۵۵۷۹) روایت کیا، ابن ابی شیبہ نے "المصنف" (۵/ ۴۹، ح:۲۳۵۸۴) میں ابن ابی ذئب کے طریق سے روایت کیا، ان چاروں (ابو اویس، ابن ابی ذئب، ابراہیم بن اسماعیل اور عقیل) نے زہری سے، انہوں نے ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کیا، کہا کہ ان کے والد نے ان سے بیان کیا، پھر مذکورہ حدیث روایت کی۔

اس سند کے رجال کا مختصر تعارف:

زہری: آپ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب قرشی زہری، ابو بکر فقیہ ہیں۔

آپ کی جلالت شان اور علمی رسوخ پر سبھوں کا اتفاق ہے، آپ کی وفات سنہ ۱۲۵ھ میں ہوئی[92]۔

---

[91] غسل کی وضاحت اگلے باب میں آئے گی، جو کہ یہ ہے: (نظر بد لگانے والے کا اس کی نظر کے شکار ہونے والے کے لیے غسل کرنا)۔

[92] دیکھیں: تہذیب التہذیب:۹/ ۳۹۵، تقریب التہذیب:۲/ ۱۳۳

ابو امامہ: آپ اسعد بن سہل بن حنیف انصاری ہیں، اپنی کنیت سے مشہور ہیں، آپ کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے، کیوں کہ نبی ﷺ کو آپ نے دیکھا تھا لیکن آپ ﷺ سے سنا نہیں، بخاری کہتے ہیں کہ: نبی ﷺ کو پایا لیکن آپ سے سنا نہیں"[93]۔

سہل بن حنیف، ابو ثابت انصاری اوسی، آپ جنگ بدر میں شریک ہوئے، احد کے دن ثابت قدم رہے، نبی ﷺ سے روایت کی، آپ علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کے امراء میں سے تھے، آپ کی وفات سنہ ۳۸ھ میں ہوئی[94]۔

دوسری سند: زہری نے ابو امامہ سے مرسلاً روایت کیا۔

اسے مالک نے کتاب العین میں، باب الوضوء من العین (۲/ ۵۲۷، ح:۲۷۰۸) کے تحت، ان کے طریق سے نسائی نے "الکبری" میں، کتاب الطب، باب وضوء العائن (۷/ ۱۰۲، ح: ۷۵۷۲) کے تحت اور طبرانی نے المعجم الکبیر (۶/ ۷۹، ح:۵۵۷۵) میں روایت کیا ہے۔

نیز نسائی نے مذکورہ بالا مقام پر (ح:۷۵۷۱) کے تحت، ابن ماجہ نے کتاب الطب، باب فی العین (۲/ ۱۱۶۰، ح:۳۵۰۹) کے تحت سفیان بن عیینہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

عبد الرزاق نے باب الرقی والعین والنفث (۱۱/ ۱۵، ۱۹۷۶۶) میں معمر سے، اور ان کے طریق سے طبرانی نے الکبیر (۶/ ۷۹، ح:۵۵۷۴) میں روایت کیا ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ: "آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا تو انہوں نے - غسل کے پانی میں سے - تین چلو پانی اپنے سر پر ڈالا)۔ ان تینوں (مالک، سفیان اور معمر) نے زہری سے، انہوں نے ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کیا، کہا کہ: عامر بن ربیعہ کا گزر سہل بن حنیف کے پاس سے ہوا جب کہ وہ غسل کر رہے تھے...

دوسرا طریق: محمد بن ابو امامہ نے اپنے والد سے مرسلاً روایت کیا۔

---

[93] دیکھیں: الإصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن حجر عسقلانی: ۱/ ۹۹، ابن حجر نے ان کو دوسری قسم میں ذکر کیا ہے جو کہ ان صحابہ کے لیے خاص ہے جن کے سن بلوغت کو پہنچنے سے قبل ہی نبی ﷺ کی وفات ہو گئی۔

[94] دیکھیں: الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۱/ ۱۹۸

اسے مالک نے کتاب العین، باب الوضوء من العین (۲/ ۵۲۶، ح:۲۷۰۷) میں، ان کے طریق سے نسائی نے "الکبری" میں کتاب الطب، باب العین (۷/ ۱۰۰، ح: ۷۵۷۰) کے تحت اور طبرانی نے "الکبیر" (۶/ ۸۲، ح:۵۵۸۰) میں روایت کیا۔

طبرانی نے مذکورہ بالا مقام پر (ح:۵۵۸۱) کے تحت مسلمہ بن خالد انصاری کے طریق سے اور (ح: ۵۵۸۲) کے تحت عبد اللہ بن ابو حبیبہ کے طریق سے روایت کیا، ان تینوں (مالک، مسلمہ، اور عبد اللہ بن ابو حبیبہ) نے محمد بن ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کیا کہ انہوں نے اپنے والد کو کہتے سنا کہ: پھر مذکورہ حدیث بیان کی۔

اس طریق کے رجال کا مختصر تعارف:

محمد بن ابو امامہ بن سہل بن حنیف انصاری، ان کے والد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوئے، ان کو ابن معین نے ثقہ کہا ہے اور ابن حبان نے "الثقات" میں ذکر کیا ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ: وہ ثقہ ہیں[95]۔

ان کے والد ابو امامہ اسعد بن سہل: سابق الذکر طریق میں ان کا تذکرہ آچکا ہے۔

اختلاف کا جائزہ:

اس حدیث میں وصل (مرفوع) وارسال (جس میں صحابی مذکور نہ ہوں) کا اختلاف ہے، دارقطنی نے اپنی کتاب العلل میں زہری کی روایت ذکر کی ہے اور بہت سے ایسے راویوں کے نام ذکر کیے ہیں جنہوں نے اس کو مرسلاً روایت کیا ہے، نیز یہ بھی ذکر کیا ہے کہ (یہ حدیث) ابن ابی ذئب سے مختلف طریقوں سے مروی ہے، (جن میں) ارسال کو انہوں نے راجح ٹھہرایا ہے، یہ ترجیح ان رواۃ کی قوت کو دیکھتے ہوئے واضح لگتی ہے جنہوں نے زہری سے اور انہوں نے ابو امامہ سے

---

[95] دیکھیں: تہذیب التہذیب:۹/ ۵۸، تقریب التہذیب:۲/ ۵۷

مرسلاً روایت کیا ہے، ان رواۃ میں مالک بھی ہیں جو زہری سے روایت کرنے والوں میں سب سے زیادہ قابل حجت ہیں، نیز ابو امامہ کے صاحبزادے محمد نے بھی ان کی متابعت کی ہے[96]۔

معلوم ہوا کہ یہ حدیث مرسل ہے اور مرسلاً یہ صحیح ہے۔

جس حدیث میں غسل کا حکم دیا گیا ہے، اس کے الفاظ مختلف ہیں، چنانچہ احمد کی مذکورہ بالا روایت اور مالک کے نزدیک: "اس کے لیے غسل کرو" کا لفظ آیا ہے، جب کہ مالک کی دوسری روایت میں: "اس کے لیے وضو کرو" کا لفظ آیا ہے، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ آیا ہے کہ: "پھر آپ نے انہیں وضو کرنے کا حکم دیا..."، نیز طبرانی اور ابن ابی شیبہ کے نزدیک: "اسے غسل کراؤ" کے الفاظ آئے ہیں۔ حکم کے ظاہری الفاظ وجوب کا فائدہ دیتے ہیں، مازری نے اس سلسلے میں (علما کا اختلاف) ذکر کیا ہے اور وجوب کو صحیح قرار دیا ہے، اس کی تاکید صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ: "جب تمہیں غسل کرنے کو کہا جائے تو غسل کیا کرو"[97]۔ جب نظر بد کے شکار ہونے والے کی موت کا خدشہ ہو تو (نظر لگانے والے کا) غسل کرنا لازم ہو جاتا ہے، کیوں کہ اس حال میں وہ اس شخص کے حکم میں ہو جاتا ہے جس پر بندۂ مسلم کی جان بچانا واجب ہو[98]۔

***

(۲۶/ ۲) عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: "نظر بد لگانے والے کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ وضو کرے پھر جسے نظر لگی ہوتی وہ اس پانی سے غسل کرتا"۔

اسے ابو داود نے کتاب الطب، باب ماجاء فی العین (۱۰/ ۳۶۳، ح: ۳۸۶۲) میں روایت کیا اور مذکورہ الفاظ ابو داود ہی کے ہیں، ان کے طریق سے بیہقی (۹/ ۳۵۱) نے جریر بن عبد الحمید کے

---

(96) دیکھیں: العلل للدارقطنی: ۱۲/ ۲۶۱

(97) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(98) دیکھیں: المعلم بفوائد مسلم للمازری: ۳/ ۱۵۷، إکمال المعلم للقاضی عیاض: ۷/ ۸۳-۸۴، فتح الباری: ۱۰/ ۲۵۰

طریق سے، اور ابن ابی شیبہ نے کتاب العین، باب من رخص فی الرقیۃ من العین (۵/ ۴۹، ح: ۲۳۵۸۶) کے تحت سفیان ثوری سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ: (وہ -یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا- نظر بد لگانے والے کو حکم دیتی کہ وہ وضو کرے، پھر جسے نظر لگی ہوتی اسے اس پانی سے غسل کرایا جاتا"۔ ان دونوں (جریر اور سفیان) نے اعمش سے، انہوں نے ابراہیم بن یزید سے، انہوں نے اسود بن یزید سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

رجالِ اسناد کا مختصر تعارف:

اعمش، سلیمان بن مہران، ابو محمد کاہلی اسدی:

ان کو ابن معین اور ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے، اور ابن حجر کہتے ہیں کہ: "وہ ثقہ، حافظ، علمِ قراءات کے ماہر اور متقی شخص ہیں، لیکن (روایت میں) تدلیس کرتے ہیں"۔ ان کی وفات سنہ ۱۴۸ھ میں ہوئی[99]۔

ابراہیم بن یزید نخعی، ابو عمران کوفی:

انہوں نے اپنے دو ماموں اسود بن یزید اور عبد الرحمن بن یزید سے روایت کی، ابو سعید علائی کہتے ہیں کہ: "وہ بکثرت ارسال کرتے ہیں"، ابو حاتم نے کہا کہ: "انہوں نے عائشہ کو دیکھا اور انس سے ملاقات کی"، ذہبی کہتے ہیں کہ: "وہ علم و معرفت کے بلند مقام پر فائز تھے"، ابن حجر کا کہنا ہے کہ: "وہ ثقہ ہیں، تاہم ارسال بکثرت کرتے ہیں"، ان کی وفات سنہ ۹۶ھ میں ہوئی[100]۔

اسود بن یزید بن قیس نخعی، ابو عمرو: ان کو ابو عبد الرحمن سے بھی پکارا جاتا ہے، انہیں احمد اور ابن سعد نے ثقہ کہا ہے، اور ابن حجر کہتے ہیں کہ: "وہ ثقہ، بکثرت روایت کرنے والے اور فقیہ ہیں"، آپ کی وفات سنہ ۷۴ھ میں ہوئی[101]۔

---

[99] دیکھیں: الجرح والتعدیل: ۴/ ۱۴۶، الکاشف: ۱/ ۴۶۴، تقریب التہذیب: ۱/ ۳۹۲

[100] دیکھیں: الجرح والتعدیل: ۲/ ۱۴۴، جامع التحصیل للعلائی: ۵۸، الکاشف للذہبی: ۱/ ۲۲۷، تہذیب التہذیب: ۱/ ۱۵۵، تقریب التہذیب: ۱/ ۶۹

[101] دیکھیں: تہذیب الکمال: ۳/ ۲۳۳، ۲۳۴) تہذیب التہذیب: ۱/ ۲۹۹، تقریب التہذیب: ۱/ ۱۰۲

معلوم ہوا کہ حدیث کی سند صحیح ہے، اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہے، (اس حدیث میں) سفیان کے روایت کردہ الفاظ ہی محفوظ وثابت ہیں، کیوں کہ وہ (حفظ واتقان میں) جریر سے زیادہ قوی ہیں، جیسا کہ احمد بن حنبل اور ابن ابی حاتم وغیرہما نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے[102]۔

***

[102] العلل لاحمد بن حنبل:۱/۲۱۸، تہذیب التہذیب:۹/۱۲۸

چھٹی بحث

نظر بد کے علاج پر مشتمل احادیث کی فقہ و فہم

یقیناً اللہ پاک کا اپنے مومن بندوں پر رحم و کرم ہی ہے کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کی زبانی یہ واضح فرمادیا کہ نظر بد کو اس کے واقع ہونے سے پہلے کیسے روکا جائے اور اگر واقع ہو جائے تو اس کا علاج کیسے کیا جائے؟

پہلا مسئلہ: نظر بد کے واقع ہونے سے پہلے اسے روکنا

اس کی ایک قسم نظر لگانے والے پر عائد ہوتی ہے اور وہ ہے: "برکت کی دعا دینا"۔

برکت کی دعا نظر بد اور اس کی برائی کو روکتی اور ختم کر دیتی ہے، اسی لیے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ ہم ہر اچھی اور پسندیدہ چیز پر برکت کی دعا کریں، جب بد نظر انسان کو اپنی نظر بد کے نقصان اور سامنے والے کا اس کی نظر بد کے شکار ہو جانے کا خدشہ لاحق ہو تو اسے چاہیے کہ اس دعا: "اللھم بارک علیہ" (یعنی: اے اللہ تو اس پر برکت نازل فرما) کے ذریعے نظر بد کی برائی کو دور کر دے، جیسا کہ نبی ﷺ نے عامر بن بیعہ رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا جب ان کی نظر بد کے شکار سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ ہو گئے تھے، کہا کہ: "کیا تو نے برکت کی دعا نہیں پڑھی تھی؟[103]۔ بد نگاہ انسان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ: "اللھم بارک علیہ" (یعنی: اے اللہ! تو اس پر برکت نازل فرما) کہے تا کہ اس بری کیفیت کو ایسی دعا کے ذریعہ دور کر دے جو نظر بد کا شکار ہونے والے کے لیے بھلائی کا باعث ہے، کیوں کہ کسی چیز کا علاج اس کے برعکس شے سے ہوتا ہے، اللہ تعالی کا یہ فرمان اسی سے متعلق ہے:

﴿ وَلَوۡلَآ إِذۡ دَخَلۡتَ جَنَّتَكَ قُلۡتَ مَا شَآءَ ٱللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِٱللَّهِۚ إِن تَرَنِ أَنَا۠ أَقَلَّ مِنكَ مَالٗا وَوَلَدٗا ﴿٣٩﴾ ﴾ [سورۃ الکھف:39].

---

[103]- اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

ترجمہ: تونے باغ میں جاتے وقت کیوں نہ کہا کہ اللہ کا چاہا ہونے والا ہے، کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد سے، اگر تونے مجھے مال واولاد میں اپنے سے کم دیکھ رکھا ہے۔

آیت مذکورہ میں نظر بد اور حسد سے تحفظ کا (طریق) بیان کیا گیا ہے۔

دوسری قسم نظر بد کے شکار ہونے والے پر عائد ہوتی ہے اور وہ ہے:

شرعی اوراد واذکار کا اہتمام:

چوں کہ نظر بد ایک تیر ہے جو حسد کرنے والے یا بد نظر شخص سے نکل کر حسد اور نظر بد کے شکار ہونے والے شخص تک پہنچتا ہے، پھر یا تو وہ تیر نشانے پر جا لگتا ہے یا نشانہ چوک جاتا ہے، چنانچہ اگر وہ اس شخص سے جا ٹکرائے کہ جس پر کوئی ڈھال نہ ہو تو اس پر اس کا اثر لازمی ہو گا، اور اگر اس شخص سے ٹکرائے جو محتاط و قلعہ بند ہو، جس تک تیروں کے پہنچنے کا کوئی راستہ ہی نہ ہو تو اس پر اس کا کوئی اثر نہ ہو گا۔ سب سے بڑی چیز جس کے ذریعہ اللہ پاک انسان کی حفاظت فرماتا ہے، وہ: مندرجہ ذیل شرعی اوراد واذکار ہیں:

-﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ ۝١﴾ پڑھنا۔

-﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ۝١﴾ پڑھنا۔

- آیت الکرسی پڑھنا۔

- سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتیں پڑھنا۔

- صبح وشام کی ان اوراد کی پابندی کرنا جنہیں علمائے کرام نے اذکار کی کتابوں میں تفصیل سے بیان کیا ہے[104]۔

بعض علما کا ماننا ہے کہ نظر بد سے بچنے کے لیے، نظر کو روکنے والی اشیا کے ذریعہ اس شخص کی خوبیوں کو چھپایا جائے جس کے بارے میں نظر بد کا شکار ہونے کا خدشہ ہو، اس سلسلے میں ان کی

---

[104] اذکار کی کتابوں میں امام نسائی کی "عمل الیوم واللیلۃ"، ابن سنی کی: "عمل الیوم واللیلۃ"، امام نووی کی "الأذکار" اور ابن قیم کی "الوابل الصیب من الکلم الطیب" قابل ذکر ہیں۔

دلیل عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: "آپ رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کو دیکھا جو خوبصورت ہونے کی وجہ سے نظر بد کا شکار ہو جایا کرتا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "دسموا نونتہ "یعنی: اس کی ٹھڈی کو (کالے رنگ سے) سیاہ کر دو۔

اس روایت کو امام خطابی نے اپنی کتاب "غریب الحدیث "[105] میں نقل فرمایا اور کہا: اسے احمد بن یحیی شیبانی[106] نے محمد بن زیاد اعرابی[107] سے روایت کی ہے، اوران سے ابو عمر[108] نے روایت کیاہے، پھر آپ (خطابی) نے اس روایت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا: "النونۃ" سے مراد: بچے کی ٹھڈی کی گہرائی ہے، جب کہ تدسیم بمعنی تسوید یعنی کالا کرنے کے ہے، آپ رضی اللہ عنہ یہ چاہ رہے تھے کہ گھر والے بچے کی ٹھڈی کی اس جگہ کو کالا کر دیں، تاکہ یہ نظر بد سے محفوظ رکھے"۔

---

[105] غریب الحدیث، از: امام خطابی: ۲/ ۱۳۹، مزید دیکھیں: شرح السنۃ، از: امام بغوی: ۱۲/ ۱۶۶، مشارق الأنوار، از: قاضی عیاض۔

[106] ابو العباس احمد بن یحیی بن یزید شیبانی، ثعلب نام سے مشہور ہیں، آپ علم لغت کے جانکار، حفظ واتقان میں معروف اور "الفصیح" ودیگر کتابوں کے مصنف ہیں، آپ کی وفات سنہ ۲۹۱ھ میں ہوئی۔ دیکھیں: تاریخ بغداد: ۵/ ۲۰۴، تذکرۃ الحفاظ: ۲/ ۴۴۴

[107] ابوعبد اللہ محمد بن زیاد اعرابی، علم لغت کے امام تھے، امام ثعلب ۱۹ سالوں تک آپ کی شاگردی میں رہے، آپ علم لغت اور حفظ واتقان میں چوٹی کے امام تھے، ۲۳۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ دیکھیں: تہذیب اللغۃ للأزہری: ۱/ ۲۰، تاریخ بغداد: ۳/ ۲۰۲

[108] آپ محمد بن عبد الواحد بن ابی ہاشم، ابو عمر بغوی ہیں، ثعلب کے غلام کے طور پر معروف ہیں، خطیب بغدادی نے آپ کے مشائخ سے یہ نقل کیاہے کہ وہ انہیں علم حدیث میں ثقہ مانتے تھے، آپ کی وفات سنہ ۳۴۵ میں ہوئی۔ دیکھیں: تاریخ بغداد: ۲/ ۳۵۶، وفیات الأعیان: ۴/ ۳۲۹

مذکورہ روایت پر وارد ہونے والے بعض اشکالات:

-یہ اثر کتب لغت میں مذکور ہے، ان سے بعض شارحین حدیث نے نقل کیا ہے، مجھے یہ اثر مکمل سند کے ساتھ نہیں مل سکا، اور اس کی سند میں جن کے نام آئے ہیں ان میں سے اکثر ماہرین لغویات ہیں۔

- جنھوں نے اس اثر سے دلیل پکڑی ہے، انہوں نے اپنے اوپر یا اپنی اولاد یا اپنی بیوی یا اپنے مال پر ہونے والی اللہ پاک کی کسی نعمت کو مسخ کرنے کی کوشش کی یا یہ کہ انہوں نے جعل سازی، فریب کاری اور لوگوں کو دھوکا دینے کا قصد کیا، گویا انہوں نے ایسا کر کے ایک خاص قسم کے اعتقاد کو اپنایا اور وہ یہ کہ لوگ از خود نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں، جو کہ کمال توکل کے منافی ہے، جب کہ مسنون یہ ہے کہ برائیوں کو دور کرنے اور کسی نعمت کو اس کے سلب کرنے والے اور اس کے دشمن سے محفوظ رکھنے کے لیے شرعی اوراد واذکار کے ذریعہ اس نعمت کے مالک اور عطا کرنے والے کی پناہ طلب کی جائے، چناں چہ جو اس پر بھروسہ کرے اور کلی طور پر اسی پر منحصر رہے، تو اللہ اس کی حفاظت و نگہبانی کرتا اور اسے محفوظ رکھتا ہے۔

- ٹھڈی کو کالا کرنے سے اس کا حسن اور دوبالا ہو جاتا ہے، جب کہ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ بچے کی خوبصورتی کو کم کیا جائے، مذکورہ اثر پر ایک اشکال یہ بھی وارد ہوتا ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ نظر بد کے ڈر سے (نعمت کو) چھپانے کا قصد و ارادہ کرنا ایک بے بنیاد عمل ہے۔

یہ بھی نعمت کو چھپانے کی ہی شکل ہے کہ نظر بد کے ڈر سے (نعمت کو) چھپانے میں مبالغہ کیا جائے اور (حسد سے) حد درجہ خائف اور وسوسہ میں مبتلا رہا جائے اگرچہ اللہ کے فضل و رحمت سے اس کے نقصان سے بچانے والے اسباب موجود ہی کیوں نہ ہوں، رسول اللہ ﷺ سے مروی اس

حدیث کو دلیل اور بنیاد بناتے ہوئے کہ :"تم ضرورتوں کو ثمر بار بنانے میں کتمان (چھپانے) کی مدد لو، کیوں کہ جسے بھی نعمت ملتی ہے، اس سے حسد کیا جانے لگتا ہے"[109]۔

---

[109] یہ حدیث معاذ بن جبل، عمر، علی، ابن عباس، ابو ہریرہ، بریدہ بن حصیب اور ابو بردہ رضی اللہ عنہم سے مرسلاً مروی ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ان محدثین نے روایت کیا ہے: عقیلی نے "الضعفاء" (۵۰۸) میں، طبرانی نے "الکبیر" (۲۰/۹۴، ح:۱۸۳) اور "الأوسط" (۳/۵۵، ح:۲۴۵۵) میں، اسی طرح "الصغیر" (۲/۲۹۲، ح:۱۱۸۶) میں، ابن عدی نے "الکامل" (۱/۲-۱۸۲/۹۶) میں، ابو نعیم نے "الحلیۃ" (۵/۲۱۵، اور ۶/۹۴) اور "اخبار اصفہان" (۲/۲۱۷) میں اور بیہقی نے "شعب الایمان" (۶۶۵۵) میں۔ ان سب سے ثور بن یزید شامی کے طریق سے روایت کیا ہے، انہوں نے خالد بن معدان سے اور انہوں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، ثور سے ضعیف رواۃ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، سعید بن سلام عطار کو احمد بن حنبل نے کذاب قرار دیا ہے (العلل ومعرفۃ الرجال:۳/۳۶۱)، ابن عدی نے کہا کہ: ان کی احادیث اور روایات سے ضعف ظاہر ہے"، امام بخاری کہتے ہیں کہ: وہ منکر الحدیث" ہے (التاریخ الکبیر: ۲/۴۸۲)، ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے نقل فرمایا کہ وہ: "منکر الحدیث جدا" (یعنی: اعلی درجے کا منکر الحدیث ہے) (الجرح والتعدیل: ۲/۲۵۵)، نیز انہوں نے "العلل" (۵/۶۸۷) میں مذکورہ حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: "اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے"۔ مذکورہ روایت کو ثور سے حسین بن علوان نے روایت کیا ہے، جن کے بارے میں ابن عدی رقم طراز ہیں: ان کا شمار حدیث گھڑنے والوں میں ہوتا ہے"، نیز اس روایت کو عمر بن یحیی قرشی نے شعبہ سے اور انہوں نے ثور سے روایت کیا ہے اور عمر قرشی کے بارے میں ابو نعیم فرماتے ہیں کہ: وہ متروک الحدیث ہے۔

حدیثِ عمر رضی اللہ عنہ کو روایت کیا ہے: امام خرائطی نے "اعتدال القلوب" (ص:۳۳۵، ج:۶۸۰) میں، اس روایت کی سند میں ایک راوی حلبس بن محمد کلابی ہے جس کو امام دار قطنی نے "متروک الحدیث" کہا ہے (میزان الاعتدال:۱/۵۸۷) نیز اس کے سلسلہ سند میں انقطاع بھی واقع ہے: عطاء بن ابی رباح کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔

حدیث علی رضی اللہ عنہ: امام خلعی نے "الفوائد" (ص: ۴۳، ح: ۹۴) میں اسے نقل کیا ہے، اس کی سند میں مجہول راوی ہے، اس روایت کو امام سیوطی نے اپنی سند سے "اللآلی" (۲/۸۲) میں ذکر کیا ہے۔

حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہما: اسے خطیب بغدادی نے "التاریخ" (۸/۵۹۸، ح:۴۰۷۷) میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں الحسین بن عبد اللہ ابزاری ہے جو منقار سے ملقب ہے، اس کے بارے میں احمد بن کامل قاضی سے منقول ہے کہ وہ "بے حیا وشوخ، عجیب وغریب، اور کذاب تھا"۔

حدیث بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ: اسے ابن قتیبہ نے "عیون الاخبار" (۱/۹۶، ۳/۱۳۵) میں روایت کیا ہے، اس کی سند حد درجہ کمزور ہے، اس کے سلسلہ سند میں اوس بن عبد اللہ ہے جسے امام دار قطنی نے "متروک" کہا ہے، بخاری نے لکھا ہے کہ: "فیہ

جب کہ اس روایت کو اکثر اہل علم نے ضعیف قرار دیا ہے، اسے صحیح مان لینے کی صورت میں بھی (اس کے صحیح معنی یہ ہوں گے کہ) نعمت کو اس وقت تک چھپائے رکھنے میں کوئی حرج نہیں جب

نظر" (یعنی وہ نہایت کمزور راوی ہے) (میزان الاعتدال: ۱/۲۷۸)، اوس کا بھائی سہل بن عبد اللہ بھی سند میں موجود ہے، جس کو ابن حبان نے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ میزان الاعتدال: (۲/۲۳۹)۔

حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: اسے امام سہمی نے "تاریخ جرجان" (۵/۲۲۳) میں، اسی طرح ابن حبان نے "روضۃ العقلاء" (۱/۱۸۷) میں ہیثم بن ایوب طالقانی کے طریق سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے سہل بن عبد الرحمن جرجانی نے بیان کیا، جن سے میں نے دیہات میں واقع "فید" نامی میلے میں ملاقات کی تھی، انہوں نے محمد بن مطرف سے، انہوں نے محمد بن منکدر سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم لوگ ضرورتوں کو ثمر بار کرنے کے لیے کتمانِ نعمت (چھپانے کی) مدد لو، کیوں کہ ہر نعمت پر (کوئی نہ کوئی) حسد کرنے والا (ضرور) ہوتا ہے"۔ ابن حبان فرماتے ہیں: اس کی سند حسن درجہ کی ہے اور سلسلہ سند غریب ہے، سعید بن سلام کے حفظ حدیث کا مجھے پتہ نہیں، اسی لیے اس کے ذکر سے احتیاط برتی"۔ اس حدیث کے سلسلہ سند میں سہل بن عبد الرحمن ہے، جس کا تذکرہ امام سہمی نے "التاریخ" میں کیا ہے، مگر اس کے بارے میں کوئی جرح یا تعدیل ذکر نہیں کی ہے۔ مذکورہ اسناد کو امام البانی نے السلسلۃ الصحیحۃ (۳/۴۳۶، ح: ۱۴۵۳) اور صحیح الجامع (ح: ۹۵۶) میں جید قرار دیا ہے۔ آپ اس حدیث کے متعلق علما کی بیان کردہ علتوں کو نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں: میرے نزدیک اس سند سے یہ حدیث جید درجہ کی ہے"۔

حدیث ابو بردہ رضی اللہ عنہ: اسے ابو عبد الرحمن سلمی نے "آداب الصحبۃ" (ص: ۷۰، ح: ۷۳) میں الحسین بن واقد کے طریق سے روایت کیا ہے، وہ ابن ابی بردہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، یہ اسناد مرسل ہے، اسے روایت کرنے والے محمد بن الحسین نیسابوری سلمی ضعیف اور متہم راوی ہیں (میزان الاعتدال: ۳/۵۲۳)۔

امام ابن الجوزی نے مذکورہ حدیث کو "الموضوعات" میں معاذ بن جبل اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے نقل فرمائی اور پھر احمد بن حنبل اور یحیی بن معین کے اس قول کو بیان فرمایا جسے ابن قدامہ مقدسی نے "المنتخب من العلل" (ص: ۸۳) میں ذکر کیا کہ جب ان دونوں سے مذکورہ حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ "یہ موضوع روایت ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے"۔

تک کہ (اس کے اثرات) رونما اور ظاہر نہ ہو جائیں، اس کی اصل اللہ تعالی کا وہ فرمان ہے جس میں اللہ نے اپنے نبی یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا کہ:

﴿قَالَ يَٰبُنَيَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡيَاكَ عَلَىٰٓ إِخۡوَتِكَ فَيَكِيدُواْ لَكَ كَيۡدًاۖ إِنَّ ٱلشَّيۡطَٰنَ لِلۡإِنسَٰنِ عَدُوّٞ مُّبِينٞ ٥﴾ [سورۃ یوسف:5].

ترجمہ: یعقوب علیہ السلام نے کہا: پیارے بچے! اپنے اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے ساتھ کوئی فریب کاری کریں، شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے۔

اس سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ اسباب سے منہ موڑنا، اسی طرح انہیں پر بھروسہ کرنا، دونوں ہی قابل مذمت ہیں۔ چناں چہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ مخلوق کے سلسلے میں اللہ تعالی کی حکمت اس بات کی متقاضی ہے کہ چیزوں کو ان کے اسباب کے ساتھ مربوط رکھا جائے اور ساتھ ہی دل اسباب اور ان کے مسببات کے خالق کی طرف ہی مائل رہے۔

اللہ پاک وبرتر کا فرمان ہے: ﴿وَأَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ١١﴾ [سورة الضحى:11].

ترجمہ: اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتا رہ۔

چناں چہ مسلمان مانتے ہیں کہ نعمتوں کے شکریے کا ایک طریقہ انہیں بیان کرنا بھی ہے۔ اگر وہ ظاہر ونمایاں بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اسراف وفضول خرچی، اور کبر وغرور کا مظاہرہ نہ ہو، نہ فقیروں کی دل شکنی ہو اور نہ انسان (نعمت کے) فریب میں مبتلا ہو۔ نیز اللہ پاک کی نعمت کے بارے میں گفتگو کرنا اس پر شکریہ ادا کرنے کا باعث اور نعمت عطا کرنے والی ذات کے تئیں لوگوں کے دل میں جذبہ محبت موجزن کرنے کا سبب ہے، کیوں کہ دلوں کی فطرت ہی ہے کہ وہ بھلا کرنے والے کو پسند کرتے ہیں[110]۔

---

[110] دیکھیں: تفسیر ابن کثیر: ۴/۵۹۹، تفسیر سعدی: ۸۸۰

شرکیہ اور بدعیہ تعویذات:

اس سے میری مراد جادو اور نظر بد کو دور کرنے سے متعلق لوگوں کے درمیان اور مختلف معاشروں میں رائج تعویذ وگنڈے[111] اور موروثی وغلط عقیدے ہیں، جو اس بات پر آمادہ کرتے ہیں کہ دل کا رشتہ اللہ کے علاوہ کسی اور سے جا ملے، جیسا کہ بعض قبائل نے برکت کی دعا دینے کے لیے عجیب وغریب اجنبی الفاظ اختیار کر لیے، یہ عقیدہ رکھنے لگے کہ ان سے نظر بد کا اثر زائل ہوتا ہے، مثلاً وہ حسد کرنے والے کی بد نگاہی کو دور کرنے کے لیے "خمسة وخميسة" کا ورد کرتے ہیں، اس سے ان کی مراد سورۃ الفلق کی پانچ آیتیں ہوتی ہیں۔ چناں چہ آپ انہیں پائیں گے کہ وہ ان آیتوں کو پڑھنے کی بجائے اختصار کے طور پر یہ جملہ کہہ دیتے ہیں۔

چوں کہ پرانے ادیان ومذاہب میں بھی نظر بد کا اعتقاد ہمیشہ سے رہا ہے، اس لیے اس وقت بھی نظر بد سے تحفظ کے وسیلہ کے طور پر تعویذات وطلسمات کا استعمال ہوا کرتا تھا، آثار قدیمہ اور ادبیات سے جڑے ڈھیروں دلائل اس بات پر شاہد ہیں کہ مشرقی ومغربی افریقہ، وسط امریکہ، جنوبی ایشیا، وسط ایشیا اور بالخصوص متوسط بحر ابیض کے علاقے میں حسد کرنے والی نظر بد کا عقیدہ ہزاروں سال سے موجود ہے۔

بری نظر یا حسد کرنے والی نظر کے ازالہ کے لیے نیلا پتھر ایک مشہور تعویذ سمجھا جاتا رہا ہے، بحر متوسط کے نواحی میں، بالخصوص مشرق وسطی کے ممالک میں، یہ پتھر سپاٹ یا دائرہ نما ہوتا ہے،

---

[111] تمائم (تعویذ وگنڈے): اس کا واحد تمیمہ ہے' اس سے مراد وہ پتھر ہیں جنہیں بدو لوگ اپنی اولاد کی گردن پر اس عقیدے کے ساتھ لٹکاتے تھے کہ انہیں نظر بد نہیں لگے گی' مگر اسلام نے اسے باطل قرار دیا' یہ شرک ہے کیوں کہ انہوں نے ان کو تقدیروں اور موت سے بچانے والا تصور کر لیا تھا' انہیں سے نظر بد کو دور کرنے کا قصد کرتے اور مصیبت کو ختم کرنے کی درخواست غیر اللہ سے کرتے' حالانکہ اسے دور کرنے والا صرف اللہ کی ذات ہے۔ نیک فال کے طور پر اسے تمیمہ سے موسوم کیا گیا' تاکہ نیت کرنے والے کی نیت پوری ہو اور نام رکھنے کے معاملے میں اہل عرب کی یہ عادت رہی ہے۔ دیکھیں: النهاية في غريب الحديث: ١/١٩٧' لسان العرب: ٢/٢٣٩' فتح المجيد شرح كتاب التوحيد لعبد الله غنيمان: کتاب کا مصدر: آڈیو دروس' مکتبہ شاملہ: ٢/٣٧

جس میں سفید اور نیلے رنگ کے مختلف دائرے بنے ہوتے ہیں، عموما ان کی ترتیب کچھ یوں ہوتی ہے: "خالص نیلا، پھر ہلکا نیلا، پھر سفید، اس کے بعد خالص نیلا" اور شیطان کی نظر بیچ میں ٹکی ہوتی ہے، ایسا مانا جاتا ہے کہ یہ آنکھ بد نظر انسان کی آنکھ سے نکلنے والی لہروں کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے اور اس طور پر وہ اس کی تکلیف سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

اس نیل گوں آنکھ کی مختلف شکلیں پائی جاتی ہیں، یا تو اس کی شکل ہتھیلی کی سی ہوتی ہے جس میں پانچ انگلیاں ہوں اور اسی لیے اسے "ید الخمسۃ" (یعنی: پانچ کا ہاتھ) سے موسوم کیا جاتا ہے، یا یہ کہ وہ چھوٹے چھوٹے پتھر ہوتے ہیں جن میں آنکھ ہوتی ہے، جنہیں ہار کی طرح پہنا جاتا ہے یا گھروں اور گاڑیوں میں لٹکایا جاتا ہے۔

نیلا پتھر وغیرہ لٹکانا تعویذ لٹکانے کے قبیل سے ہے، جو لٹکانے والے کے عقیدے کے حساب سے کبھی شرک اصغر ہوتا ہے تو کبھی شرک اکبر، اس جیسے معاملہ میں بھی دل غیر اللہ سے وابستہ ہو جاتا ہے۔

اسی طرح لکڑیوں پر ٹھوکنا بھی اسی ضمن میں آتا ہے، اس عقیدے کی بنیاد یہ ہے کہ عہد وسطی کے دوران یورپ کے اندر بعض دیہاتی لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ بری روحیں درختوں کے اندرونی حصے میں گزر بسر کرتی ہیں، حتی کہ انہیں کاٹنے اور فرنیچر یا دروازے وغیرہ بنا دینے کے بعد بھی اور انہیں اپنی اصلی ہیئت پر چھوڑنے پر بھی۔ لکڑی پر ٹھوکنے کی صورت میں وہ بری روحیں بھاگ جاتی ہیں۔

ان کے علاوہ تعویذ و گنڈے اور خرافاتی اشیا، مثلا تانت، کڑے یا دھاگے لٹکانا (بھی اس میں شامل ہیں)۔ جن امور کا میں نے تذکرہ کیا ہے وہ از راہ نمونہ ہیں، حصر اور احاطہ مقصود نہیں[112]۔

***

---

[112] مزید معلومات کے لیے دیکھیں: فتح المجید ‘از: عبد الرحمن بن حسن بن محمد بن عبد الوہاب: ۱/۱۱۶-۱۳۳ ‘ معارج القبول ‘ از: حکمی: ۲/۴۹۷ ‘ العین حق ‘ از: ڈاکٹر احمد شمیمری۔

دوسرا مسئلہ:

نظر بد لگ جانے کے بعد، اس کا علاج

ا-رقیہ (جھاڑ پھونک)، اس کے معنی: دم کرنے کے ہیں، اس کی جمع: رقی آتی ہے۔ آپ (عربی میں) کہیں گے: "استرقیتہ فرقانی رقیۃ فھو راق" یعنی میں نے ان سے دم کرنے کو کہا تو انہوں نے مجھ پر ایک بار دم کیا، گو وہ دم کرنے والا ہے۔ نیز کہا جاتا ہے: "رجل رقاء" یعنی جھاڑ پھونک کا ماہر۔ اسی طرح (عربی میں) کہا جاتا ہے: "رقی الراقی رقیۃ ورقیاً" جب کہ کوئی شخص دم کرے اور اس دوران پھونک مارے[113]۔

اصطلاحی مفہوم: ابن حجر فرماتے ہیں: "رقیہ (جھاڑ پھونک) سے مراد وہ کلام ہے جس سے ہر قسم کی مصیبت سے شفا طلب کی جائے[114]۔

ابن الاثیر رقم طراز ہیں: رقیہ (جھاڑ پھونک) سے مراد وہ کلام ہے جسے پڑھ کر بخار، مرگی یا دوسری بیماریوں میں مبتلا انسان کو دم کیا جاتا ہے[115]۔

نظر بد کے شکار شخص پر دم کرنا مشروع ہے، نبی ﷺ کی اس حدیث کو بروئے عمل لاتے ہوئے جسے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ: "مجھے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ ہم نظر بد کا علاج جھاڑ پھونک سے کریں"[116]۔

---

[113] لسان العرب: ۶/۲۰۹، اور دیکھیں: تہذیب اللغۃ: ۹/۲۹۳

[114] فتح الباری: ۴/۵۷۱

[115] النہایۃ فی غریب الحدیث: ۲/۲۵۴

[116] اس کا حوالہ حدیث نمبر (۱۸) کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

اسی طرح نبی ﷺ سے مروی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جب آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک لونڈی کو دیکھا جس کے چہرے میں سیاہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ اسے دم کراؤ، کیوں کہ اسے نظر بد لگ گئی ہے"[117]۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نظر بد کا علاج جھاڑ پھونک سے کیا جائے گا، جو معوذات اور جھاڑ پھونک کے کلمات ثابت ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

-سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کرنا، جیسا کہ نبی ﷺ کے ان اصحاب کے واقعہ میں وارد ہوا ہے جن کا گزر عرب کے ایک ایسے قبیلے سے ہوا جس کے سردار (کو سانپ یا بچھونے) ڈس لیا تھا، چنانچہ قبیلے والے نے اپنے سردار کے لیے ایک دم کرنے والے کو تلاش کیا، اور اس واقعے میں مذکور ہے کہ "پھر دم کرنے والا انسان سورۃ الفاتحہ پڑھنے لگا"[118]۔

دم کرنے کے لیے سورۃ الفاتحہ کو خاص کرنے کی وجہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن قیم رقم طراز ہیں: یہ معلوم سی بات ہے کہ بعض کلام کی اپنی خصوصیات اور آزمودہ فائدے ہیں.... تو سورۃ الفاتحہ کا کیا کہنا جس کے مثل کوئی دوسری سورت نازل نہیں ہوئی، نہ قرآن میں، نہ تورات میں اور نہ ہی انجیل یا زبور میں۔ یہ وہ سورت ہے جو اللہ کی کتابوں کے تمام تر مفاہیم کو اپنے اندر سموئے ہوئی ہے، جو رب تعالی کے بنیادی اور جامع اسما پر مشتمل ہے، یعنی کہ لفظ اللہ، رب، رحمن، آخرت کا اثبات، توحید کی دو قسموں: توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کا بیان، مدد و ہدایت کی طلب میں رب پاک کی طرف (بندوں کی) محتاجگی اور ضرورت، نیز مدد و ہدایت کو اللہ ہی کے ساتھ خاص کرنا، مطلق طور پر سب سے بہتر، سب سے مفید، سب سے ضروری دعا اور اس شے کا تذکرہ کہ بندے جس کے سب سے زیادہ ضرورت مند ہیں یعنی کہ سیدھی راہ کی ہدایت...

---

[117] اس کا حوالہ حدیث نمبر (١٧) کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

[118] اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الطب میں 'باب الرقی بفاتحۃ الکتاب (١٠/٢٤٣' ح:٥٧٣٦) کے تحت اور امام مسلم نے کتاب السلام میں 'باب جواز أخذ الأجرۃ علی الرقیۃ بالقرآن والأذکار (٧/١٩' ح:٢٢٠١) کے تحت روایت کیا ہے۔

مطلب یہ کہ روح میں جب (اثر قبول کرنے کی) قوت وصلاحیت ہو، وہ سورۃ الفاتحہ کے معانی سے اثر قبول کرے، (اس کو پڑھنے کے بعد) خود پر پھونکے اور دم کرے تو برے نفوس سے پیدا ہونے والے اثرات کا مقابلہ کر سکتی ہے[119]۔

-معوذات، ان میں اجمالی اور تفصیلی طور پر ناپسندیدہ شے اور ہر برائی سے پناہ طلب کرنے کا بیان ہے، خواہ یہ برائی جسموں میں ہو، یا روحوں اور برے نفوس میں، نیز (ان معوذات میں) جادو گرنیوں اور ان کے جادو کی برائی یا جنی اور انسانی شیاطین کی برائی سے (پناہ طلب کرنے کا بھی تذکرہ ہے)۔

-اسی طرح وہ روایت جو نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوتے تو جبریل علیہ السلام آپ ﷺ پر یہ دعا پڑھتے ہوئے دم فرماتے: "بسم الله يبريك، ومن كل داء يشفيك، ومن شر حاسد إذا حسد، وشر كل ذي عين" (یعنی: اللہ تعالی کے نام سے مدد چاہتا ہوں وہ تم کو اچھا کرے گا، ہر بیماری سے تم کو شفا دے گا، ہر حسد کرنے والے کے حسد سے تم کو بچائے گا اور ہر بری نظر ڈالنے والے کی نظر سے)[120]۔

-ابو سعدی خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: "اے محمد ﷺ! آپ بیمار ہو گے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، جبریل علیہ السلام نے کہا: "بسم الله أرقيك، من كل شيء يؤذيك، من شر كل نفس أو عين حاسد الله يشفيك، بسم الله أرقيك" (یعنی: اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں ہر چیز سے جو آپ کو اذیت دے، ہر جان کی

---

[119] زاد المعاد: ۴/۱۷۷-۱۸۰

[120] اس کو امام مسلم نے کتاب السلام 'باب الطب والمرض والرقی (۱۴/ ۱۶۹) کے تحت روایت کیا ہے۔

برائی سے یا حاسد کی نگاہ سے ، اللہ آپ کو شفادے ، اللہ کے نام سے میں آپ کو دم کرتا ہوں"[121]۔

-عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام آئے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار تھا، انہوں نے عرض کیا: "اللہ کے نام سے میں آپ پر دم کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو آپ کو اذیت دے، حاسد کے حسد سے اور ہر نظر بد سے، اللہ تعالی آپ کو شفا عطا کرے"[122]۔

نظر بد کے شکار انسان پر دم کرنے کے لیے خاص آیتوں کو متعین کرنے ، یا بعض آیتوں کو بار بار دہرانے سے متعلق جیسا کہ بعض دم کرنے والوں کا معمول ہے' رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت احادیث میں مجھے کوئی دلیل نہیں ملی۔ یہ ان لوگوں کا محض اجتہاد ہے، چنانچہ بہتر یہ ہے کہ عمومی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں منقول ہیں، انہیں کے ذریعے دم کیا جائے اور بلا کسی صحیح دلیل

---

[121] اس کو امام مسلم نے کتاب السلام' باب الطب والمرض والرقی (۱۴/ ۱۷۰) میں اور ابن ماجہ نے کتاب الطب' باب ماعوذ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وماعُوذ بہ (۲/ ۱۱۶۴' ح:۳۵۲۳) میں ابو نضرہ عبدی عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

[122] اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے کتاب الطب کے اندر باب مایعوذ بہ من الحمی (۲/ ۱۱۶۶) کے تحت عمرو بن عثمان عن ابیہ کے طریق سے روایت کیا ہے' اسی طرح امام احمد نے اپنی مسند (۵/ ۳۲۴) میں زید بن حباب اور علی بن عیاش کے طرق سے' ان سب نے ابن ثوبان سے روایت کیا اور انہوں نے عمیر یعنی ابن ہانی سے' انہوں نے ابن جنادہ بن ابی امیہ سے کہتے سنا کہ میں نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے فرماتے سنا اور پھر انہوں نے مذکورہ حدیث نقل فرمائی۔ اس سند کے اندر ایک راوی ابن ثوبان یعنی عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان عنسی ہیں' ان کے بارے میں اختلاف ہے' ان کو ابو حاتم نے ثقہ قرار دیا ہے' ابوزرعہ فرماتے ہیں: "وہ شام کے رہنے والے ہیں' ان کی (روایت لینے میں) کوئی حرج نہیں"' امام نسائی نے ان کو ضعیف کہا ہے' جب کہ ابن معین نے "صالح الحدیث" کہا ہے۔ دیکھیں: الجرح والتعدیل:۵/ ۲۱۹' تہذیب التہذیب:۶/ ۱۳۶' تقریب التہذیب: ۱/ ۵۶۳۔ اس حدیث کا ایک شاہد (ہم معنی حدیث) ابو سعید خدری سے مروی ہے جس کا بیان اوپر گزرا ہے۔

امام بوصیری نے "الزوائد" (۲/ ۲۲۱) میں فرمایا: "یہ سند حسن ہے"' اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اسے امام نسائی نے سنن کبری میں کتاب عمل الیوم واللیلۃ (۱۰/ ۳۶۹' ح:۱۰۷۷۶) کے تحت ملک شام کے ایک شخص سلمان کے طریق سے' انہوں نے جنادہ سے اور انہوں نے عبادہ بن صامت سے مذکورہ الفاظ کی طرح ہی روایت کیا ہے۔

[123] کے تمام آیتوں کو چھوڑ کر چند متعین آیتوں کے نفع بخش ہونے کا عقیدہ نہ رکھا جائے، قرآن مجید تو پورا کا پورا شفا ہے، اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴾ [سورۃ الإسراء:82].

ترجمہ: یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں، مومنوں کے لیے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔

علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ تین شرطوں کے ساتھ جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے [124]:

- جھاڑ پھونک اللہ تعالی کے کلام یا اسما وصفات کے ذریعہ کی جائے۔

امام ابن عبد البر رقم طراز ہیں: "نظر بد یا بچھو وغیرہ کے ڈسنے پر دم کرنے کے جواز کی بابت علما کے مابین کسی اختلاف کا مجھے علم نہیں، جب کہ جھاڑ پھونک اللہ کے اسما کے ذریعے ہو یا پھر ان دعاؤں کے ذریعہ جن سے دم کرنا جائز ہے [125]۔

- جھاڑ پھونک عربی یا دیگر کسی ایسی زبان میں ہو جس کے معنی و مفہوم سے وہ آشنا ہو، چناں چہ دم کرنے والے کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی ایسی زبان میں دم کرے جسے وہ نہیں جانتا ہو، کیوں کہ خدشہ ہے کہ اس کی جھاڑ پھونک کسی حرام کلام پر مشتمل ہو جس کا اسے پتہ ہی نہ ہو۔

چناں چہ اگر عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں دم کیا جائے، لیکن اس کے معانی و مفاہیم واضح ہوں اور اس میں کوئی ایسی چیز بھی نہ ہو جس کی ممانعت آئی ہو، تو وہ جھاڑ پھونک ان شاء اللہ

---

[123] شرعی جھاڑ پھونک سے متعلق بہت سی ایسی تالیفات میری نظر سے گزریں جن میں نظر بد کے شکار شخص پر پڑھی جانے والی آیات واوراد کے لیے اور ان آیتوں کے لیے جو ان کے نزدیک شفا کی آیتوں سے معروف ہیں' اور ان کے علاوہ ایسی دیگر دعاؤں کے لیے جو ثابت نہیں ہیں' مختلف فصلیں خاص کی گئی ہیں' اس باب میں شیخ مصطفی عدوی کی کتاب "العواصم من الشیطان و صحیح الرقیۃ الشرعیۃ" ایک ممتاز و منفرد کتاب ہے کیوں کہ شیخ نے جھاڑ پھونک سے متعلق ثابت شدہ نصوص پر ہی اعتماد کیا ہے۔

[124] دیکھیے: فتح الباری: ۱۰/ ۲۴۰

[125] الاستذکار: ۲۷/۷/ ۱۹

مشروع ہوگی ، بالکل اسی طرح جیسا کہ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں دعا کرنا جائز ہے ، بالخصوص نماز کے علاوہ دیگر مواقع پر۔

امام خطابی نے فرمایا: "جہاں تک جھاڑ پھونک کی بات ہے تو اس کی ممنوع صورت یہ ہے کہ یہ عمل عربی کے علاوہ دوسری زبان میں ہو، جس کے معنی دم کرنے والے کو پتہ نہ ہوں، ممکن ہے کہ بسا اوقات اس میں کوئی جادو یا کفر شامل ہو جائے، البتہ اگر اس کے معنی واضح ہوں اور اس میں اللہ کا ذکر شامل ہو تو یہ مستحب اور بابرکت ہے، واللہ اعلم!(126)۔

تاہم مطلق طور پر افضل یہی ہے کہ اگر عامل کے بس میں ہو تو جھاڑ پھونک عربی زبان میں ہی کی جائے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے اس شخص سے متعلق دریافت کیا گیا جو "یا ازران! یا کیان!" کی ندا لگاتا ہے کہ کیا یہ صحیح ہے کہ حدیث میں یہ نام وارد ہوئے ہیں اور ان کا زبان سے ادا کرنا حرام نہیں ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم سے کسی نے بھی یہ نقل نہیں کیا ہے، نہ صحیح سند کے ساتھ اور نہ ہی ضعیف سند کے ساتھ، اور نہ ہی اس امت کے سلف اور ائمہ نے ایسا نقل کیا ہے، کلام عرب میں ان الفاظ کے کوئی معنی نہیں ہیں، چناں چہ ہر وہ نام جو مجہول ہو، اس کے ذریعہ دم کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے، چہ جائے کہ اس کے ذریعہ دعا کرے، اور اگر الفاظ کے معنی سے واقف ہو اور وہ صحیح بھی ہوں، تب بھی عربی کے علاوہ دوسرے ناموں سے اللہ کو پکارنا مکروہ عمل ہے(127)۔

-دم کرنے والے کا یہ عقیدہ ہو کہ دم بذات خود نہیں بلکہ اللہ تعالی کی اجازت سے مؤثر ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "تین شرطوں کے ساتھ جھاڑ پھونک کے جواز پر علما کا اجماع ہے: جھاڑ پھونک اللہ تعالی کے کلام یا اس کے اسما وصفات کے ذریعہ کی جائے، عربی زبان یا ایسی زبان

---

(126)معالم السنن: ۴/ ۲۲۶

(127)مجموع الفتاوی: ۲۴/ ۲۸۳

میں ہو جس کے معنی سے عامل واقف ہو اور عامل کا عقیدہ یہ ہو کہ جھاڑ پھونک بذات خود نہیں بلکہ اللہ تعالی کی اجازت سے مؤثر ہے"[128]۔

شفاعطا کرنے والا صرف اللہ عزوجل ہی ہے، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مریض کے پاس آتے یا آپ ﷺ کے پاس اسے لایا جاتا تو آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے: " اے لوگوں کے پروردگا! بیماری دور کردے، اے انسانوں کے پالنے والے! شفاعطا فرما، تو شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا اور کوئی شفا نہیں، ایسی شفا دے جس میں مرض بالکل باقی نہ رہے"[129]۔

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب جھاڑ پھونک سے آشنا تھے، اس کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے کہ: "ضماد[130] مکہ آئے، وہ قبیلہ ازدشنوءہ میں سے تھے، اور جنوں اور آسیب وغیرہ سے (متاثرین لوگوں) کو دم کرتے تھے تو مکہ کے نادانوں سے سنا کہ محمد ﷺ مجنوں ہیں (اللہ کی پناہ) تو اس نے کہا: ذرا میں ان کو دیکھوں، شاید اللہ میرے ہاتھ سے انہیں اچھا کردے، غرض وہ آپ ﷺ سے ملا اور کہا: اے محمد میں جنوں (سے متاثر لوگوں کی) جھاڑ پھونک کرتا ہوں اور اللہ تعالی میرے ہاتھ سے جس کو چاہتا ہے شفا دیتا ہے، تو کیا آپ کو خواہش ہے؟ آپ نے ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں، میں اس کی خوبیاں بیان کرتا ہوں اور اس سے مدد چاہتا ہوں، جس کو اللہ راہ بتائے اسے کون بہکائے اور جسے وہ بہکائے اسے کون راہ دکھائے، گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس

---

[128] فتح الباری: ۱۰/۱۹۵ کچھ حذف واضافہ کے ساتھ

[129] اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب المرض، باب دعاء العائد للمریض (۷/۱۲۱پ ۵۶۷۵) میں اور کتاب الطب، باب رقیۃ النبی ﷺ (۷/۱۳۲، ح: ۵۷۴۳) میں اور کتاب الطب، باب مسح الراقی الوجع بیدہ الیمنی) ۷/۱۳۴، ح: ۵۷۵۰) کے تحت روایت کی ہے، نیز امام مسلم نے بھی اسے کتاب السلام کے اندر، باب استحباب رقیۃ المریض (7/15 ح: 2191) کے تحت روایت کیا ہے۔

[130] قبیلہ ازدشنوءہ سے تعلق رکھنے والے ضماد بن ثعلبہ ازدی (الاصابۃ: ۲/۲۱۰)

کے بندے اور رسول ہیں۔ حمد وثنا کے بعد!، ضماد نے کہا: ان کلمات کو دوبارہ کہیے، غرض رسول اللہ ﷺ نے ان کو تین بار پڑھا، پھر ضماد نے کہا: بھئی میں نے کاہنوں کی باتیں سنی، جادوگروں کے اقوال سنے، شاعروں کے اشعار سنے، مگر ان کلمات کی طرح میں نے کسی کو نہیں سنا، جو دریائے بلاغت[131] کی تہ تک پہنچ گئے ہیں، پھر ضماد نے کہا: اپنا ہاتھ لائیے کہ میں اسلام کی بیعت کروں، غرض انہوں نے بیعت کی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم سے اور تمہاری قوم (کی طرف) سے بیعت لیتا ہوں، انہوں نے عرض کیا کہ: ہاں، میں اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں، آخر رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور وہ ضماد کی قوم سے گزرے تو اس لشکر کے سردار نے کہا کہ: تم نے اس قوم سے تو کچھ نہیں لوٹا، تب ایک شخص نے کہا کہ: ہاں میں نے ایک لوٹا ان سے لیا ہے۔ انہوں نے حکم دیا کہ جاؤ، اسے واپس کردو اس لیے کہ یہ ضماد کی قوم ہے"[132]۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دم کرنے سے منع فرمادیا تو قبیلہ عمرو بن حزم کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے پاس ایک منتر تھا جس سے ہم بچھو کے ڈسنے پر دم کیا کرتے تھے اور آپ نے دم کرنے سے منع فردیا۔ راوی حدیث نے کہا: پھر لوگوں نے یہ منتر آپ ﷺ کو پڑھ کر سنایا تو آپ ﷺ نے

[131] اس حدیث میں "ناعوس البحر" کا لفظ آیا ہے' جب کہ دوسری روایتوں میں "قاموس البحر" کا لفظ آیا ہے' معنی: سمند کا درمیانی حصہ اور اس کی وسعت وگہرائی' شاید املانویسوں نے اس کلمہ کو صحیح سے نہیں لکھا تھا اسی لیے بعض حضرات نے اسے غلط نقل کردیا۔ دیکھیں: غریب الحدیث لابن الاثیر: ۵/۸۱

[132] اس حدیث کو مسلم نے کتاب الجمعہ' باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ (۳/۱۱' ح: ۸۶۸) کے تحت روایت کیا ہے۔ اسی طرح ابن ماجہ نے أبواب النکاح کے اندر' باب خطبۃ النکاح (۳/۸۹' ح: ۱۸۹۳) کے تحت روایت کیا ہے۔

فرمایا: مجھے کوئی حرج نظر نہیں آرہا ہے، تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو، چاہیے کہ وہ اسے فائدہ پہنچائے"[133]۔

ابو جعفر طحاوی رقم طراز ہیں کہ: حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ ہر وہ جھاڑ پھونک جس میں فائدہ ہو، وہ مباح ہے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے تو چاہیے کہ وہ ایسا کرے[134]۔

عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: ہم جاہلیت کے زمانے میں منتر کیا کرتے تھے، ہم نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس تعلق سے آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے منتروں کو میرے سامنے پیش کرو، جھاڑ پھونک میں کچھ قباحت نہیں اگر اس میں شرک کا مضمون نہ ہو"[135]۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مصیبت زدہ کا خود اپنے نفس پر دم کرنا افضل ہے، کیوں کہ اجرت پر لائی گئی نوحہ خواں اس نوحہ خواں کی طرح نہیں ہو سکتی جس پر مصیبت آن پڑی ہو، اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی رہا ہے، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات میں معوذات پڑھ کر اپنے اوپر پھونکتے تھے، پھر جب آپ کے لیے یہ دشوار ہو گیا تو میں ان معوذات کو پڑھ کر آپ پر دم کیا کرتی تھی اور برکت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتی تھی"[136]۔

---

[133] اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب السلام' باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمۃ والنظرۃ (۷/۱۸' ح:۲۱۹۹) میں اور ابن ماجہ نے ابواب الطب' باب مارخص فیہ من الرقی (۴/۵۴۶' ح:۳۵۱۵) کے تحت روایت کیا ہے۔

[134] شرح معانی الآثار: ۴/۳۲۶

[135] اسے امام مسلم نے کتاب السلام' باب لا بأس بالرقی مالم یکن فیہ شرک (۷/۱۹' ح:۲۲۰۰) کے اندر روایت کیا ہے' اور امام ابوداود نے کتاب الطب کے اندر' باب فی الرقی (۴/۱۳' ح:۲۸۸۶) کے تحت روایت کیا ہے۔

[136] اس کو امام بخاری نے کتاب المغازی' باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ (۶/۱۱' ح:۴۴۳۹'-۶/۱۹۰' ح:۵۰۱۶) اور کتاب فضائل القرآن کے اندر' باب فضل المعوذات (۷/۱۳۱' ح:۵۷۳۵) کے تحت روایت کیا ہے' اسی طرح مسلم نے کتاب

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ: استر قاء یہ ہے کہ دوسرے سے جھاڑ پھونک کروائی جائے، اور جھاڑ پھونک کرنا ایک قسم کی دعا ہے، آپ ﷺ خود اپنے اوپر اور دوسرے کے اوپر دم کیا کرتے تھے، آپ ﷺ کسی اور کو اپنے اوپر دم کرنے کے لیے نہیں کہتے تھے "[137]۔ تا کہ آپ ﷺ اس ثواب سے محروم نہ ہوں جس کا تذکرہ اس حدیث میں آپ نے بیان فرمایا جسے سعید بن جبیر نے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "میرے سامنے امتیں پیش کی گئیں، کسی نبی کے ساتھ پوری امت گزری، کسی نبی کے ساتھ چند آدمی گزرے، کسی نبی کے ساتھ دس آدمی گزرے، کسی نبی کے ساتھ پانچ آدمی گزرے اور کوئی نبی تنہا گزرا، پھر میں نے دیکھا تو انسانوں کی ایک بہت بڑی جماعت نظر آئی، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کیا یہ میری امت ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، بلکہ افق کی طرف دیکھو، میں نے دیکھا تو ایک بہت زبردست جماعت دکھائی دی، فرمایا کہ یہ ہے آپ کی امت اور یہ جو آگے آگے ستر ہزار کی تعداد ہے ان لوگوں سے حساب نہ لیا جائے گا اور نہ ان پر عذاب ہو گا۔ میں نے پوچھا: ایسا کیوں ہو گا؟ انہوں نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ داغ نہیں لگواتے تھے، جھاڑ پھونک نہیں کرواتے تھے، شگون نہیں لیتے تھے، اپنے رب پر بھروسہ کرتے تھے، پھر نبی کریم ﷺ کی طرف عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ اٹھ کر بڑھے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی مجھے بھی ان لوگوں میں کر دے۔ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! انہیں بھی ان میں سے کر دے۔ اس کے بعد ایک اور صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ

السلام' باب رقیۃ المریض بالمعوذات والنفث (۷/۱۶' ح: ۲۱۹۲) کے تحت روایت کیا ہے اور آبو داود نے کتاب الطب' باب کیف الرقی (۴/۲۱' ح: ۳۹۰۲) اور ابن ماجہ نے ابواب الطب' باب النفث فی الرقیۃ (۴/۵۵۴' ح: ۳۵۲۸) کے تحت روایت کیا ہے۔

(137) مجموع الفتاوی: ۱/۳۲۸۔

میرے لیے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عکاشہ اس میں تم آگے بڑھ گیے "[138]۔

چناں چہ ان ستر ہزار سے ایسے لوگوں کو مستثنی قرار دیا جو دم کرواتے ہیں، اور ایسا اس لیے کہ دم کروانے والا دوسرے سے جھاڑ پھونک کرواتا ہے اور اس سے فائدے کی امید رکھتا ہے[139]۔

---

[138] اس کو بخاری نے کتاب الطب' باب من لم یرق (۱۰/۲۵۹' ح: ۵۷۵۲) کے تحت اور باب من اکتوی أو کوی غیرہ وفضل من لم یکتو (۱۰/۱۹۱' ح: ۵۷۰۵) کے تحت روایت کیا ہے۔ نیز کتاب احادیث الانبیاء' باب وفاۃ موسی وذکرہ بعد (۴/۱۵۸' ح: ۳۴۱۰) کے تحت' اسی طرح کتاب الرقاق کے اندر' باب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (۸/۳۶۹' ح: ۶۴۷۲) کے تحت' اور کتاب الرقاق' باب یدخل الجنۃ سبعون ألفا بغیر حساب (۸/۴۹۸' ح: ۶۵۴۱) کے تحت روایت کیا ہے' نیز امام مسلم نے کتاب الایمان' باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنۃ بغیر حساب ولا عذاب (۱/۱۳۸' ح: ۲۲۰) کے تحت' ترمذی نے أبواب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع عن رسول اللہ ﷺ' باب (۴/۲۳۸' ح: ۲۴۴۶) کے تحت' احمد نے اپنی مسند (۱/۲۷۱' ۴۰۱-۴۰۳) کے اندر' ابن حبان نے اپنی صحیح (۱۴/۳۳۹' ح: ۶۴۳۰) کے اندر' بزار نے اپنی مسند (۱۱/۳۱۰' ح: ۵۱۱۷ اور ۱۱/۳۱۱' ح: ۵۱۱۸) میں' ابن ابی شیبۃ نے اپنی مصنف (۱۲/۱۱۶' ح: ۲۴۰۸۸) میں اور طبرانی نے الکبیر (۱۲/۴۰' ح: ۱۲۴۰۹) اور (۱۸/۲۳' ح: ۳۹) میں روایت کیا ہے۔

[139] صحیح مسلم میں ابن عباس کی حدیث میں "ولا یرقون" (یعنی: جھاڑ پھونک نہیں کرتے) کا لفظ وارد ہے' اسے سعید بن منصور نے ہشیم بن بشیر کی سند سے روایت کرنے میں منفرد ہیں' اس کی مخالفت ہشیم کے اِن اصحاب نے کی ہے اور روایت میں مذکورہ لفظ کو ذکر نہیں کیا ہے: اسید بن زید ہاشمی (صحیح بخاری: ۶۵۴۱)۔ زکریا بن یحیی زحمویہ واسطی (صحیح ابن حبان: ۱۴/۳۳۹' ح: ۶۴۳۰)۔ محمد بن الصباح (مستخرج ابی نعیم علی صحیح مسلم: ۱/۲۸۴' ح: ۵۲۶)۔ سریج بن النعمان: (مسند احمد: ۱/۲۷۱) ۔ شجاع بن مخلد (مسند احمد: ۱/۲۷۱)۔

حصین بن عبد الرحمن کے وہ تلامذہ جنھوں نے ان سے یہ حدیث روایت کی ہے' انہوں نے بھی "یرقون" کا لفظ روایت نہیں کیا ہے' اس سے بھی اس لفظ کے شاذ ہونے کی تائید ہوتی ہے' حصین کے وہ تلامذہ یہ ہیں:

محمد بن فضیل بن غزوان' عبثر بن قاسم' شعبہ بن الحجاج' حصین بن نمیر اور سلیمان بن کثیر۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (۱۱/۴۸۹) میں رقم طراز ہیں: صحیح مسلم کے اندر سعید بن منصور کی روایت میں "ولا یکتوون" کی جگہ "ولا یرقون" کا لفظ آیا ہے' شیخ تقی الدین ابن تیمیہ نے اس روایت پر نقد کیا ہے' ان کا خیال ہے کہ یہ اس کے راوی کی غلطی ہے' انہوں نے علت یہ بیان فرمائی کہ دم کرنے والا اس پر احسان کرتا ہے جس پر وہ دم کرتا ہے' تو اسے ترک کرنے کی ترغیب کیسے دی جاسکتی ہے؟ نیز جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ پر دم کیا' نبی ﷺ نے اپنے اصحاب پر دم کیا اور انہیں دم کرنے کی اجازت بھی دی' فرمایا: "جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے تو ضرور پہنچائے" اور فائدہ پہنچانا ایک مطلوب شئے ہے' شیخ نے

مذکورہ حدیث اور حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ میں وارد آپ ﷺ کے اس قول کہ: "تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے تو چاہیے کہ وہ ایسا کرے" کے مابین کوئی تعارض نہیں ہے، چناں چہ مشروع ہے کہ جو شخص بھی کسی مصیبت زدہ کو دیکھے تو وہ اسے دم کرنے یا دم کروانے میں جلد بازی سے کام لے، کیوں کہ یہ فائدے کا کام ہے جسے دوسرے انسان کے لیے انجام دینا ایک مستحب عمل ہے، رہی بات خود دم کروانے کی تو یہ اولی وافضل عمل کے برعکس ہے، کیوں کہ یہ کئی خرابیوں کا مجموعہ ہے، جن میں اہم ترین یہ ہے کہ اس سے "توکل میں کمی" آتی ہے اور مذکورہ حدیثِ عبد اللہ بن عباس میں رسول اللہ ﷺ کے قول: "وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں" کا یہی مقصود ہے۔ یعنی وہ لوگ پورا پورا بھروسہ کرتے ہیں، اور اپنے اور اللہ عزوجل کے مابین کسی کو بھی سبب نہیں بناتے۔

فرمایا: رہی بات دم کروانے کی تو دراصل وہ دوسرے سے سوال کرتا ہے اور اس سے فائدے کی امید رکھتا ہے، جو کہ کمالِ توکل کے منافی ہے۔

کسی نے جواب دیا کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے اور سعید بن منصور حافظ ہیں، ان پر بخاری اور مسلم نے اعتماد کیا ہے اور مسلم نے ان کی اس روایت پر اعتماد کیا ہے اور یہ کہ زیادتی کی صحت کے امکان کے باوجود راوی کو غلط نہیں کہا جاسکتا، جس معنی کی وجہ سے انہوں نے راوی کو غلط ٹھہرایا ہے، وہ دم کروانے والے کے اندر بھی موجود ہے، کیوں کہ انہوں نے علت یہ بیان کی کہ جو دوسرے سے دم نہیں کرواتا وہ کامل توکل کا حامل ہے، چناں چہ یہی بات دم کرنے والے اور جو اسے دم کرے اس کے لیے بھی کہی جاسکتی ہے کہ کمال توکل کے باعث اسے دوسرے کو دم کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ اس مسئلہ میں جبریل علیہ السلام اور نبی ﷺ کے عمل سے دلیل پکڑنا درست نہیں ہے، کیوں کہ ان کا یہ عمل شریعت سازی اور احکام کے بیان سے تعلق رکھتا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ لوگ دم کرنے اور کروانے سے اس لیے باز رہے ہوں تاکہ کمال توکل کی نفی کا مسئلہ ہی نہ رہے، کیوں کہ دم کرنے والا اس بات سے مامون نہیں رہتا کہ اس کا دل جھاڑ پھونک سے وابستہ ہو جائے۔ ورنہ جھاڑ پھونک بذات خود ممنوع نہیں ہے، بلکہ وہی جھاڑ پھونک منع ہے جس میں شرک ہو یا اس کا احتمال ہو، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ مجھ پر اپنے منتر پیش کرو، دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جب تک کہ اس میں کوئی شرک نہ ہو" اس میں ممانعت کی وجہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جھاڑ پھونک کے عمل میں دعائیہ کلمات پڑھنے کے ساتھ ساتھ پھونک بھی مارنا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے:" النفث فی الرقیۃ " (دم کرتے ہوئے پھونکنا)۔ "نفث" منہ سے پھونکنے کو کہا جاتا ہے اور وہ (صور میں) پھونک مارنے کی طرح ہے اور "تفل" تھوکنے سے کم تر درجے کا عمل ہے۔ کیوں کہ تفل اسی کو کہیں گے جس میں کچھ نہ کچھ تھوک شامل ہو[140]۔

پھونکنے کا فائدہ: اس ہوا یا رطوبت سے برکت حاصل کرنا جو ذکر الٰہی سے چھو کر باہر آئے جیسا کہ لکھے ہوئے ذکر کو دھونے والے پانی سے برکت حاصل کی جاتی ہے یا یہ کہ ایسا اس نیک فال کے قبیل سے ہے کہ جس طرح یہ چیز دم کرنے والے کی ذات سے الگ ہو رہی ہے، اسی طرح بیمار شخص کا درد بھی اس سے الگ اور دور ہو جائے[141]۔

۲- دم کرنے والوں سے مدد طلب کرنا:

پیچھے گزر چکا ہے کہ مریض کا خود اپنے اوپر دم کرنا اولی ہے، جب کہ دوسرے سے دم کروانا اس کے بر خلاف ہے، نبی ﷺ کے ان اصحاب کا واقعہ بھی گزر چکا ہے جن کا گزر ایسے عربی قبیلے سے ہوا جس کے سردار کو (سانپ یا بچھونے) ڈس لیا تھا، پھر قبیلہ والوں نے ایک دم کرنے والے کو تلاش کیا، صحابہ کے اس عمل پر رسول اللہ ﷺ نے کوئی نکیر نہیں کی[142]۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں یہ بات منقول نہیں ہے کہ انہوں نے دم کرنے کے لیے کسی ایک کو خاص کر رکھا ہو، اور نہ ہی سلف کے بارے میں کچھ ایسا منقول ہے کہ وہ کچھ لوگوں کو مقرر کرتے جو دم کرنے کو اپنا پیشہ بناتے، نیز یہ بھی منقول نہیں ہے کہ مسلمانوں کے کسی خلیفہ نے قاضیوں اور مفتیوں کی مانند کسی ایسے شخص کی بھی تعیین کی ہو جو بیماروں پر دم کرتا ہو۔ بلکہ نیک

---

(140) دیکھیں: النہایۃ فی غریب الحدیث: ۵/ ۱۷۵

(141) دیکھیں: فتح الباری: ۱۰/ ۲۴۲

(142) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

اور پرہیز گار لوگوں کا وطیرہ یہ تھا کہ جب کسی شخص کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی اور وہ ان سے دم کرنے کو کہتا تو وہ اس پر شرعی دعاؤں کے ذریعہ دم کر دیتے اور معاملہ ختم ہو جاتا، مگر یہ اس کا پیشہ ہو، شریعت میں اس کی کوئی اصل منقول نہیں ہے۔ عام طور پر جنہوں نے جھاڑ پھونک کو اپنا پیشہ بنایا وہ بڑے بڑے فتنوں کے شکار ہوئے اور کرتب سازیوں اور بدعتوں کے چنگل میں پھنس گئے۔

نیز اس عمل سے اس سنت کی بھی پامالی ہوتی ہے کہ مریض اپنے اوپر خود دم کرے اور شفا کی طلب میں اپنے خالق کے روبرو عاجزی اختیار کرے، نیز دم کروانے والا اس دم کرنے والے شخص سے وابستہ ہو جاتا ہے جس کے پاس لوگ دم کروانے کے لیے آتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں دم کرنے والے کی اہمیت اللہ کے اس کلام پر غالب آجاتی ہے جس کو پڑھ کر وہ دم کرتا ہے اور شرعی رقیہ کی بنیاد اسی (کلام الٰہی) پر ہے۔

(جھاڑ پھونک) کے بدلے مال لینا ایک الگ مسئلہ ہے، چناں چہ مال لینا باعتبار اصل اگرچہ جائز ہے ، جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جن چیزوں پر تم اجرت لے سکتے ہو ان میں سب سے عظیم شے اللہ کی کتاب ہے"[143]۔ لیکن مال کمانے کے لیے پورے طور پر وقف ہو جانا یا اس تجارت میں منہمک ہو جانا نصِّ شرعی سے عدولی ہے اور

---

[143] اس حدیث کو بخاری نے کتاب الاجارۃ' باب مایعطی فی الرقیۃ علی احیاء العرب بفاتحۃ الکتاب (۳/ ۹۲' ح:۲۲۷۶) میں اور کتاب فضائل القرآن کے اندر' باب فضل فاتحۃ الکتاب (۶/ ۱۸۷' ح:۵۰۰۷) میں' نیز کتاب الطب' باب الشروط فی الرقیۃ بفاتحۃ الکتاب (۱۰/ ۲۴۴' ح:۵۷۳۷) کے تحت روایت کیا ہے' امام مسلم نے کتاب السلام' باب جواز أخذ الأجرۃ علی الرقیۃ بالقرآن والأذکار (۷/ ۱۹' ح:۲۲۰۱) کے تحت روایت کیا ہے۔

جھاڑ پھونک پر اجرت لینے کے مسئلہ میں علما کے کئی اقوال ہیں' کچھ لوگ اسے اجارہ (مزدوری)' جب کہ بعض لوگ جعالہ (کام پر اجرت لینے) کے قبیل سے مانتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے شفا حاصل ہونے پر ہی اجرت لینے کو جائز کہا ہے اور اسے "جعالہ" کے زمرے میں شمار کیا ہے۔ دیکھیے: المغنی لابن قدامہ: (۵/ ۵۴۱) روضۃ الطالبین للنووی: ۵/ ۲۶۹' مجموع الفتاوی: ۲۰/ ۵۰۷۔

بہت سارے منتر پڑھنے والے، دم کرنے والے یا عوام کا حد سے زیادہ بڑی بڑی رقمیں متعین کرنا ایک قابل مذمت امر ہے۔

۳- جھاڑ پھونک سے متعلق خلاف ورزیاں:

آپ ﷺ نے شرکیہ جھاڑ پھونک سے متنبہ فرمایا ہے، جیسا کہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وراد ہے کہ: "جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں، جب تک کہ اس میں کوئی شرک نہ ہو"[144]۔

شرکیہ جھاڑ پھونک مندرجہ ذیل اوصاف میں سے کسی ایک پر مشتمل ہوگی:

پہلا: یہ کہ اس میں اللہ کے علاوہ کسی شیطان، ولی یا ولی کے نام سے مدد طلب کی جائے، اس سے فریاد کی جائے، اس کی پناہ مانگی جائے، بایں طور کہ دم کرنے والا کسی پر پھونک مارے، اسے دم کرے اور (ولی یا شیطان کے نام سے) دعا کرے، اور اگر اس میں اللہ سے امداد طلبی موجود ہو مگر اس کے ساتھ ساتھ کسی ولی، مردہ، شیطان یا جن سے بھی پناہ طلبی یا مدد خواہی شامل ہو تو یہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک ہے۔

دوسرا: یہ کہ منتر میں نامعلوم اسما موجود ہوں، جن کے معنی معلوم نہ ہوں یا ایسے نام لکھے جائیں جن کا کوئی مطلب ہی نہ ہو، یہ شیطان کے نام بھی ہو سکتے ہیں، اس لیے اس سے منع کیا جائے گا کیوں کہ یہ شرک کا ایک ذریعہ ہے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: جس منتر کے معنی معلوم نہ ہوں، وہ مشروع نہیں ہے، بالخصوص اگر اس میں شرک موجود ہو تو یقینا حرام ہے، اور اکثر عجمی منتر جنوں کے ناموں پر مشتمل ہوتے ہیں، انہیں پکارا جاتا ہے اور ان سے مدد طلب کی جاتی ہے[145]۔

تیسرا: یہ کہ جھاڑ پھونک بسا اوقات تعویذ گنڈے کی شکل میں بھی ہوتی ہے، عامل حضرات ان میں بعض آیتیں رقم کرتے ہیں، مگر کبھی کبھار آیتوں کو الٹی شکل میں لکھتے ہیں، یا پھر ان میں

---

[144] اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

[145] مجموع الفتاوی: ۱۹/ ۱۳-۱۶

ایک چوکور (مربع) بناتے ہیں، جس میں نامعلوم نمبرات اور مجہول حروف درج کرتے ہیں، یا کہ ایک تکونا (مثلث) بناتے ہیں جس کے کنارے اللہ کے بعض ناموں کو لکھتے ہیں، مگر اس کے اندرون میں بعض ایسے نامعلوم، دعائیں اور نمبرات لکھتے ہیں جن کے معنی معلوم نہ ہوں، اور پھر ان تعویذ گنڈوں کو مریض پر لٹکاتے ہیں، یہ سب کے سب بلاشبہ ثابت شدہ شرک ہیں، کیوں کہ وہ حضرات شیطانوں سے مدد طلب کرتے اور پناہ مانگتے ہیں۔

ایک حدیث میں عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دس افراد پر مشتمل ایک جماعت آئی تو آپ نے نو لوگوں سے بیعت کی اور ایک سے کنارہ کش ہو گئے، لوگوں نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے نو لوگوں سے بیعت کی اور اسے چھوڑ دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس نے تعویذ پہن رکھا ہے" پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک داخل فرمایا اور اسے کاٹ ڈالا، پھر آپ نے اس سے بیعت کی اور فرمایا: "جس نے تعویذ لٹکایا، یقیناً اس نے شرک کیا"[146]۔

قرآن وحدیث کے علاوہ یہودیوں، کلیسے، ستارے، فرشتوں کے پرستاروں اور جن کا استعمال کرنے والوں اور ان جیسے لوگوں کے طلسمات پر مشتمل تعویذات، یا پتھر، تانت، یا لوہے وغیرہ کے کڑے پہننا بلاشبہ شرک ہیں، کیوں کہ یہ کوئی جائز سبب اور مشہور دوا نہیں، بلکہ ان کے سلسلے میں ان کا یہ خالص عقیدہ ہوتا ہے کہ یہی چیزیں اپنی خصوصیت کے باعث بذات خود فلاں

---

[146] اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند (۷/۳۸۸، ح:۱۷۶۹۴) میں اور امام طبرانی نے الکبیر (۱۷/۳۹۹، ح:۸۵۵) میں عبد العزیز بن مسلم کے طریق سے روایت کیا ہے، امام حاکم نے اپنے مستدرک (۴/۲۱۹، ح:۷۶۰۸) میں سہل بن اسلم عدوی کے طریق سے روایت کیا ہے، یہ دونوں (عبد العزیز اور سہل بن اسلم) یزید بن ابی منصور سے، وہ دخین حجری سے اور وہ عقبہ سے روایت کرتے ہیں۔

اس کی سند حسن درجہ کی ہے، اس میں یزید بن منصور ہیں، ان کے بارے میں ابو حاتم فرماتے ہیں کہ: "اس کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ (الجرح والتعدیل: ۹/۲۹۱) یہی بات ابن حجر نے بھی کہی ہے۔ تقریب التہذیب: (۲/۳۳۳)

فلاں بیماریاں ختم کر دیتی ہیں، ان کے سلسلے میں ان کا وہی عقیدہ ہے جو بت پرستوں کا اپنے بتوں کے سلسلے میں تھا۔

قرآن اور اللہ کے اسما وصفات پر مشتمل تعویذات کے لٹکانے کے جواز کی بابت علمائے صحابہ، تابعین اور اسلاف کے مابین اختلاف ہے، بعض اسلاف اس کے جواز کے قائل ہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابو جعفر محمد بن علی بن علی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ بعض سلف سے یہ منقول ہے۔ جب کہ بعض اسلاف اس کی ممانعت، کراہت اور عدم جواز کی طرف گئے ہیں، جن میں عبد اللہ بن عکیم، عبد اللہ بن عمرو، عقبہ بن عامر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور ان کے اصحاب مثلا اسود، علقمہ اور ان کے بعد کے ادوار کے مثلا ابراہیم نخعی وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

علما کا یہ اختلاف قرآن اور اللہ کے اسما وصفات لٹکانے کے سلسلے میں ہے، تو شیطان وغیرہ کے ناموں کے ذریعہ دم کرنے، انہیں لٹکانے، ان سے پناہ طلب کرنے اور ان سے مصیبت دور کرنے اور بھلائی عطا کرنے کی درخواست کرنے کے بارے میں ان کا کیسا رویہ ہو گا، جو کہ خالص شرک ہے۔ بلاشبہ اس کی ممانعت کی وجہ ممنوعہ عقیدے کا سد باب ہے، بالخصوص عصر حاضر میں یہ سب سے بہتر اور مناسب امر ہے[147]۔

چوتھا: یہ کہ بیماری اور اس کے علاج کی نوعیت کو جاننے کے لیے جن سے مدد طلب کی جائے، کیوں کہ جن سے مدد طلب کرنا شرک ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۝٦﴾ [سورة الجن:6].

ترجمہ: بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے، جس سے جنات اپنی سر کشی میں اور بڑھ گئے۔

نیز فرمان باری تعالی ہے:

(147) دیکھیں: تیسیر العزیز الحمید: ۳۲۶-۳۲۸، معارج القبول: ۱۰/ ۵۱۰-۵۱۲

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ قَدِ ٱسْتَكْثَرْتُم مِّنَ ٱلْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُم مِّنَ ٱلْإِنسِ رَبَّنَا ٱسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَآ أَجَلَنَا ٱلَّذِىٓ أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ ٱلنَّارُ مَثْوَىٰكُمْ خَٰلِدِينَ فِيهَآ إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٢٨﴾﴾ [سورة الأنعام:128].

ترجمہ: جس روز اللہ تعالی تمام خلائق کو جمع کرے گا، (کہے گا) اے جماعت جنات کی! تم نے انسانوں میں سے بہت سے اپنا لیے، جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس متعین میعاد تک آپہنچے جو تونے ہمارے لیے معین فرمائی۔ اللہ فرمائے گا کہ تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ رہوگے، ہاں اگر اللہ ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ بے شک آپ کا رب بڑی حکمت والا بڑا علم والا ہے۔

ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان جنوں کی تعظیم کرے، ان کے سامنے سر تسلیم خم کرے اور ان سے پناہ طلب کرے اور (بدلے میں) جن انسانوں کی خواہشات کے مطابق ان کی خدمت کرے، ان کے مطالبات کی تکمیل کرے، جیسے انہیں بیماری کی نوعیت اور اس کے ان اسباب کی جانکاری فراہم کرے جن سے صرف جن ہی باخبر ہوتے ہیں، انسان نہیں۔ بسا اوقات وہ جھوٹ بول جاتے ہیں، کیوں کہ وہ مومن ہوتے نہیں، چناں چہ ان کی تصدیق کرنا جائز نہیں۔

بعض بدعتی خلاف ورزیاں:

- جھاڑ پھونک کے دوران لاؤڈ اسپیکر سے قرآن پڑھنا یا مسافت کی دوری کے باعث ٹیلی فون پر پڑھنا اور بیک وقت ایک بڑی جماعت پڑ (قرآن) پڑھنا۔

کیوں کہ ضروری ہے کہ جھاڑ پھونک بیمار شخص پر بلاواسطہ ہو، لاؤڈ اسپیکر یا ٹیلی فون کے واسطے نہیں۔

-ایسے اوراق جن میں قرآن کا بعض حصہ یا بعض دعائیں لکھی ہوں، انہیں جسم یا جسم کے کسی حصہ کے ساتھ چپکانا یا بستر کے نیچے رکھنا اوراس جیسا دوسرا عمل جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ممنوعہ تعویذات کولٹکانے کے زمرے میں آتا ہے۔

-شرعی حد سے زائد حرکات کا استعمال، مثلاً کوئی بیمار شخص کے سر پر مارے اور دوسرا شخص اسے مارنے کے کسی آلہ سے مارے اور اسے ایسے مارے کہ گویا وہ حد کے کوڑے لگا رہا ہو، یہ سب زیادتیاں ہیں اگر چہ اس میں بعض ظاہری فائدے بھی موجود ہوں، کیوں کہ یہ آزمائش کے قبیل سے ہے۔

-زیادہ پانی میں دم کرنا، اس لیے کہ سلف سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے یہ طریقہ استعمال کیا ہو، نبی ﷺ کے زمانے میں نہریں اور کنویں موجود تھے، ممکن تھا کہ آپ ﷺ کنویں میں دم فرمادیتے اور اپنے اصحاب پر منتر پڑھ دیتے اور پھر وہ سب کے سب کنویں سے پانی نکالتے اور شفایابی حاصل کرتے۔

-بعض عاملوں کے ہاں ایک صورت عام ہے جسے تخییل یعنی تصور کرانے کا نام دیا جاتا ہے، یہ انسان کے ساتھ جنوں اور شیطانوں کی ایک قسم کی دل لگی ہے، چناں چہ عامل مریض پر منتر پڑھتے وقت اس سے کہتا ہے: جب میں تم پر پڑھوں تو تم ایسے لوگوں کو اپنے تصور میں لانا جو تمہاری زندگی میں تمہارے پاس سے گزرے ہوں، محفلوں اور تقریبوں میں تمہارے پاس سے گزرے ہوں، پھر جو شخص تمہارے تصور میں آ ٹھہرے، وہی ہے جس نے تم پر جادو کیا ہے یا تم پر نظر بد لگائی ہے۔ یہ ایک قسم کا فریب ہے، تخییل یعنی تصور کرانے کی کوئی حقیقت نہیں ہے، بسا اوقات آپ کے اوہام آپ پر حاوی ہو جائیں گے، پھر وہ پہلا شخص جو آپ کے تصور میں آئے گا، آپ اسے ہی نقصان پہنچانے والا سمجھ بیٹھیں گے، ممکن ہے کہ وہ بے قصور ہو، اور آپ آزمائش کے شکار ہو جائیں۔

البتہ وہ جب اس حادثہ کو یاد کرے جس میں مرض لاحق ہوا اور اسے کوئی واردات، واقعہ یا ایسی بات یاد آئے جس میں وہ کسی خاص شخص کو ملزم سمجھ رہا ہو تو شریعت میں اس کی اصل موجود ہے اور وہ ہے عامر بن ربیعہ کی حدیث میں نبی ﷺ کا یہ فرمانا کہ: "تم کسے ملزم سمجھ رہے ہو؟"۔

تیسرا مسئلہ: نظر بد کے شکار انسان کے لیے نظر لگانے والے کا غسل کرنا

امام نووی نے فرمایا: غسل کی طلب یہ ہے کہ نظر لگانے والے یعنی پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے والے شخص سے کہا جائے گا کہ تم (ران سے لگے ہوئے) ازار کے اندرونی حصے کو دھلو، پھر اس پانی کو نظر بد کے شکار یعنی جسے نظر لگی ہو، اس شخص پر بہا دیا جائے[148]۔

نظر بد کے شکار انسان کے علاج کی بنیاد یہ ہے کہ نظر لگانے والے شخص کی پہچان کی جائے، پھر نظر لگانے والے شخص کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنی ران کے اندرونی حصے، اعضائے جسم (دونوں ہاتھ، دونوں پاوں اور سر) اور ازار کے اندرونی حصے کو دھلے اور اس پانی کو نظر بد کے شکار شخص کے سر پر بہادے، جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے: جب تم سے غسل کرنے کو کہا جائے تو تم غسل کیا کرو"[149]۔

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: آپ ایک گورے رنگ اور خوبصورت جلد اور بدن والے انسان تھے، آپ نہا رہے تھے کہ آپ پر بنو عدی بن کعب کے بھائی عامر بن ربیعہ کی نظر پڑی، انہوں نے کہا: میں نے آج کے جیسا پہلے نہیں دیکھا اور نہ پردہ میں رہنے والی کنواری لڑکی کا بدن ایسا دیکھا، سہل بن حنیف یہ سن کر چکرا کر گر پڑے تو انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا اور عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا سہل کے سلسلے میں آپ کو خبر ہے، اللہ کی قسم یہ سر اٹھا رہے ہیں نہ ہوش میں آرہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس سلسلے میں تم لوگ کسی کو ملزم سمجھ رہے ہو؟ صحابہ نے کہا: اس کی طرف عامر بن ربیعہ نے دیکھا تھا، تو رسول اللہ

---

[148] المجموع شرح المهذب: ۹/۷۵

[149] حدیث نمبر (۲) میں اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

ﷺ نے عامر کو بلایا اور ان پر ناراضی کا اظہار کیا اور فرمایا: کس بنیاد پر تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے، جب تم نے ایسی چیز دیکھی جو تمہیں بھانے لگی تو برکت کی دعا کیوں نہیں دی! پھر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اس کے لیے غسل کرو، پھر انہوں نے اپنا چہرہ، دونوں ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے، پیر کے سرے اور بدن سے متصل ازار کو ایک پیالے میں دھویا، پھر اس پانی کو سہل بن حنیف پر بہا دیا گیا، ایک شخص ان کے سر اور پشت پر پیچھے سے اسے بہا رہے تھے، ان کے پیچھے پیالے کو انڈیل رہے تھے، چناں چہ انہوں نے ایسا کیا تو سہل بن حنیف لوگوں کے ساتھ یوں چلنے پھرنے لگے کہ گویا انہیں کچھ ہوا نہ ہو"[150]۔

امام ابن قیم نے زاد المعاد[151] کے اندر نظر لگانے والے انسان کا اپنی ران کے اندرونی حصے، اعضائے جسم اور بدن سے متصل ازار کو دھونے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ نظر بد والی یہ کیفیت جسم کے نازک حصے میں ظاہر ہوتی ہے، چناں چہ آپ ران کے اندرونی اور بیرونی حصے سے زیادہ نازک کوئی اور جسمانی حصہ نہیں پائیں گے، اس لیے جب یہ جگہیں پانی سے دھلی جاتی ہیں تو ان کی تاثیر اور عمل جاتا رہتا ہے، نیز ان جگہوں کا شیطانی روحوں کے ساتھ خاص رشتہ ہے، اسی طرح نازک ترین جگہوں کو دھونے کا اثر دل تک پہنچتا ہے اور پانی سے اس آگ کو بجھا دیتا ہے اور نظر کے شکار شخص کو شفایابی عطا کرتا ہے۔

نظر بد کے باعث غسل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیوں کہ اس کا اثر بدن میں لگنے والی آگ کی لپٹ کی مانند ہے، چناں چہ غسل کرنے سے وہ آگ کی لپٹ بجھ جاتی ہے۔

حدیث میں وارد لفظ داخلۃ ازارہ (یعنی ازار کا وہ حصہ جو بدن سے متصل ہو)، یہاں ازار سے مئزر یعنی کمر اور داخلۃ سے وہ حصہ جو اس کے بدن سے قریب ہو، مراد ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ جسم کے اس حصہ سے کنایہ ہے جہاں ازار ہوتا ہے، اسی لیے بعض لوگوں نے "شرمگاہ" سے

---

[150] حدیث نمبر (۲۵) میں اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

[151] دیکھیں: ۴/ ۱۷۱

کنایہ مانا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ران کا اوپری حصہ ہے اس لیے کہ یہی ازار باندھنے کی جگہ ہے۔

جو مفہوم راجح سمجھ آرہا ہے وہ یہ کہ اس سے مراد وہ کپڑے ہیں جو نظر لگانے والے شخص کے جسم سے متصل ہوں، اور اسے دھونے کا مطلب اسے پیالے میں داخل کرنا اور ڈبونا ہے[152]۔

جمہور علما کے قول کے مطابق اس غسل کی توضیح یہ ہے کہ ایک پیالہ پانی منگوایا جائے، پھر وہ پیالے میں اپنا ہاتھ ڈالے، کلی کرے، اور کلی کے پانی کو پیالے میں پھینکے اور پیالے میں ہی اپنا چہرہ دھوئے، پھر اپنے بائیں ہاتھ سے دائیں ہتھیلی اور دائیں ہاتھ سے بائیں ہتھیلی پر پانی بہائے، پھر بایاں ہاتھ داخل کرے اور دائیں کہنی پر پر پانی بہائے، پھر بایاں ہاتھ دھلے، پھر دایاں ہاتھ پانی میں داخل کرے اور دونوں گھٹنے دھلے، پھر اپنے ازار کے اندرونی حصے کو پکڑے اور اپنے سر پر ایک بار پانی بہائے اور پیالے کو اس وقت تک نہ چھوڑے جب تک کہ اسے انڈیل نہ دے[153]۔

جب نظر بد لگانے والے انسان کا غسل کرنا مشکل ہو تو جب غالب گمان ہو کہ فلاں شخص نے ہی نظر بد لگائی ہے تو اس کا کوئی سامان لینا جائز ہے، اس کی دلیل عبد الرزاق کی روایت میں وارد سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث کا آخری ٹکڑا بن سکتی ہے، جس میں ہے کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے انہیں نظر بد لگادی تھی تو "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چند گھونٹ پانی پینے کا حکم دیا تھا"[154]۔

---

[152] دیکھیں: غریب الحدیث للہروی: ۱/۲۶۹، شرح السنۃ للبغوی: ۱۲/۱۶۵، إکمال المعلم بفوائد مسلم للقاضی عیاض: ۷/۸۴، شرح مسلم للنووی: ۱۴/۱۷۲، زاد المعاد: ۴/۱۶۴، فتح الباری: ۱۰/۲۵۰، نیل الاوطار: ۸/۲۱۶

[153] یہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، انہوں نے فرمایا: "یہ بھی ایک علم ہے" اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، اس کا مکمل حوالہ حدیث نمبر ۲۵ اور اس پر گفتگو کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

[154] اس کا حوالہ حدیث نمبر ۲۵ کے تحت گزر چکا ہے، اس کی طرف شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا: "یعنی اس کے بدن سے لگا ہوا کوئی کپڑا لیا جائے گا، مثلاً قمیص، ٹوپی، پاجامہ وغیرہ یا مٹی جب وہ اس پر چلے اور وہ نم ہو" القول المفید علی کتاب التوحید: ۱/۹۹

یہ سب سے مضبوط اور بہترین علاج ہے، اس میں الزام لگانے یا بغض وعداوت کا دروازہ کھولنے والی کوئی بات نہیں ہے، کیوں کہ بسا اوقات نظر بد لگانے والے کو نظر بد کا پتہ نہیں رہتا، یہ تو عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بروئے عمل لانا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بد کے شکار صحابی کے اہل خانہ سے دریافت کیا: کیا تم لوگ اس معاملے میں کسی کو متہم سمجھ رہے ہو؟[155] یہ تہمت کسی دلیل کی بنیاد پر ہونی چاہیے، مثلا کوئی اسے اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے سنے یا وہ خود اپنے بارے میں بتائے۔ جہاں تک گمانوں اور شعبدہ بازوں کی باتوں پر بھروسہ کرنے یا جن سے مدد طلب کرنے کی بات ہے تو یہ انتہائی خطرناک امر ہے، یہ بد گمانی و دشمنی کے بڑھاوے کا باعث اور لوگوں کے لیے فتنہ کا سامان ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے کہ جب نظر لگانے والے انسان کا پتہ نہ چلے تو شرعی جھاڑ پھونک سے اس کے علاج کا بندوبست کیا جائے۔

امام ابن قیم نے اس کی تنبیہ کی ہے کہ: اس کے علاج کے فائدے کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ اس شخص کو اس کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا جو اس کا انکار کرے، نہ اس شخص کو جو اس کا مذاق اڑائے، یا اس میں شک کرے یا بلا اعتقاد کے بطور تجربہ ایسا کرے[156]۔

البتہ نظر بد کے مذکورہ علاجوں کے علاوہ یا نظر بد سے بچنے کے نبوی طریقوں کے علاوہ جو بھی علاج یا احتیاطی تدابیر رائج ہیں، ان سے بچنا چاہیے، کیوں کہ یہ یا تو بدعی ہیں یا پھر شرکیہ، کہ ان میں غیر اللہ سے مدد طلبی شامل ہوتی ہے، یہ بھی اچھے سے یاد رہے کہ انسان کو لاحق ہونے والی ہر بیماری کا سبب نظر بد نہیں ہوتی، بلکہ یہ توقع رکھنی ضروری ہے کہ بسا اوقات اس کا سبب کوئی جسمانی مرض بھی ہو سکتا ہے، اس لیے کہ نظر بد کے لگنے کا اندازہ صرف دیکھ کر نہیں لگایا جا سکتا ، یہ تو مبہم اور مختلف علامتوں پر مبنی وہم و گمان کا نام ہے اور کبھی کبھار گمان خطا کر جاتا ہے، جب کہ علاج کامیاب ثابت ہوتا ہے، ایسے میں علاج و معالجہ کے اسباب اختیار کرنا لازمی ہے۔

---

[155] عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ٹکڑا ہے' اس کا حوالہ حدیث نمبر ۲۵ کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

[156] زاد المعاد: ۴/ ۱۷۱

چوتھا مسئلہ:

نظر بد کے سلسلے میں آپ ﷺ کا کلام کیا وحی اور شریعت کا درجہ رکھتا ہے، یا علاج و تجربہ کا؟

یہ امر اس مسئلہ کے ضمن میں آتا ہے کہ کیا حدیث نبوی کا کوئی حصہ ایسا بھی ہے جو آپ ﷺ کی رائے ہو، وحی نہیں، یا کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جو کچھ بھی نکلا وہ سب کے سب اللہ تعالی کی جانب سے وحی ہے؟

صحیح قول یہ ہے کہ وہ سب کے سب اللہ تعالی کی جانب سے وحی ہے، الا یہ کہ کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو یہ بتلائے کہ یہ آپ ﷺ کی رائے ہے، اس کی دلیلیں درج ذیل ہیں:

-فرمان باری تعالی ہے: ﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾ ﴾ [سورۃ النجم:3-4].

ترجمہ: نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ بھی فرماتے ہیں وہ وحی الہی ہے۔ کیوں کہ آپ ﷺ کی باتیں خواہش نفس نہیں، بلکہ اتاری جانے والی وحی کے مطابق ہی ہوا کرتی تھیں اور اس معاملے میں دین کے تمام مسائل واحکام یکساں ہیں۔

-عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں ہر اس حدیث کو جو رسول اللہ ﷺ سے سنتا ہوں، یاد رکھنے کے لیے لکھ لیتا ہوں، تو قریش کے لوگوں نے مجھے لکھنے سے منع کر دیا اور کہا: کیا تم رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی ہر بات کو لکھ لیتے ہو؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں، غصے اور خوشی دونوں حالتوں میں باتیں کرتے ہیں، تو میں نے لکھنا چھوڑ دیا، پھر رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:"

لکھا کرو، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس سے حق بات کے سوا کچھ نہیں نکلتا "[157]۔

-شہد والی حدیث جسے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے: ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرا بھائی پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں شہد پلاؤ، پھر دوسری مرتبہ وہی صحابی حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرتبہ بھی شہد پلانے کو کہا، پھر وہ تیسری مرتبہ آئے اور عرض کیا کہ میں نے عمل کیا (لیکن شفا نہیں ہوئی) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالی سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، انہیں پھر شہد پلاؤ، چناں چہ انہوں نے پھر شہد پلایا اور اسی سے وہ تندرست ہو گئے "[158]۔

کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ بہت ساری احادیث کی تردید کی ہے، اس اعتبار سے نہیں کہ وہ انہیں صحیح نہیں مانتے، بلکہ اس اعتبار سے کہ وہ انہیں اجتہاد مانتے ہیں جس میں صحیح اور غلط ہونے کا امکان برابر رہتا ہے۔

چناں چہ بسا اوقات وہ باعتبار ثبوت ان احادیث کی مخالفت نہیں کرتے، لیکن ان کے مشمولات پر تصدیق کے وجوب اور اس کے مدلولات پر عمل کرنے کی مخالفت کرتے ہیں، کیوں کہ ان کے نزدیک یہ وہ حدیث نہیں ہے جو کہ وحی ہو۔

---

[157] اس حدیث کو ابو داود نے کتاب العلم، باب کتابۃ العلم (۱۰/ ۷۹، ح:۳۶۲۹) کے تحت، امام احمد نے مسند (۲/ ۱۶۲) میں، دارمی نے باب من رخص فی کتابۃ العلم (۱/ ۱۲۵) میں یحیی بن سعید کے طریق سے روایت کیا ہے، وہ عبد اللہ بن اخنس سے، وہ الولید بن عبد اللہ سے، وہ یوسف بن ماہک سے، وہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے، اس میں ابو مالک خزار، عبید اللہ بن اخنس نامی راوی ہیں، جو کہ صدوق ہیں، ان کی حدیثیں جماعت نے نقل کی ہے، مذکورہ حدیث کے بقیہ رواۃ ثقہ ہیں۔ تقریب التہذیب:۱/ ۶۲۹

[158] اس کو بخاری نے کتاب الطب، باب الدواء بالعسل اور فرمان الہی: (اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے) (۱۰/ ۱۷۱) کے تحت اور مسلم نے کتاب السلام، باب التداوی بالعود الہندی (۱۴/ ۲۰۲) میں روایت کیا ہے۔

انہوں نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ ایسے لوگوں سے (ہمارا) گزر ہوا جو کھجور کے درختوں کے پاس تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: نر اور مادے کو باہم ملاتے ہیں، اس سے وہ گابھ ہو جاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سمجھتا ہوں اس میں کچھ فائدہ نہیں۔ یہ خبر ان لوگوں کو ہوئی، انہوں نے ایسا کرنا چھوڑ دیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر اس میں کوئی فائدہ ہے تو کریں، میں نے تو ایک خیال کیا تھا، میرے خیال پر مواخذہ مت کرو، لیکن جب میں اللہ کی طرف سے کوئی حکم بیان کروں تو اس پر عمل کرو، اس لیے کہ میں اللہ تعالی پر جھوٹ بولنے والا نہیں "[159]۔ اور رافع بن خدیج کی حدیث میں بعض دوسرے الفاظ نقل فرمائے ہیں، راوی حدیث نے فرمایا: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، اس وقت لوگ نر کھجور کا گابھ لے کر مادہ میں ڈال رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ لوگوں نے کہا: ہم یہ کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید کہ تم لوگ ایسا نہ کرتے تو بہتر ہوتا۔ تو لوگوں نے اسے ترک کر دیا، چناں چہ کھجور کی پیداوار کم ہو گئی[160]۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگوں نے اس بات کا تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں ایک انسان ہوں، چناں چہ جب میں تمہیں تمہارے دین سے متعلق کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو اور جب کوئی رائے پیش کروں تو میں بھی ایک انسان ہی ہوں"۔

حدیث مذکور کے ایک راوی عکرمہ بن عمار نے فرمایا کہ: یا اسی جیسے الفاظ آپ نے فرمائے "[161]۔

---

[159] اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قالہ شرعا دون ما ذکرہ من معایش الدنیا (۷/۹۵، ح: ۲۳۶۱) میں اور امام ابن ماجہ نے ابواب الرہون، باب تلقیح النخل: (۳/۵۲۶، ح: ۲۴۷۰) میں روایت کیا ہے۔

[160] اس حدیث میں نفض کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں: پیڑ سے کھجور کا درخت کی جڑ کے پاس جھڑ کر گرنا۔ لسان العرب: ۷/۲۴۰

[161] اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے (ح: ۲۳۶۲)

چناں چہ نبی ﷺ کے دونوں جملوں میں یہ صراحت وارد ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں نر کھجور کا گابھ مادہ میں ڈالنے سے محض اجتہاد کی بنیاد پر منع فرمایا تھا، چناں چہ طلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: "میں سمجھتا ہوں اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے" اور رافع رضی اللہ عنہ کی روایت میں فرمایا: "شاید کہ تم لوگ ایسا نہ کرو تو بہتر ہے"۔ معلوم ہوا کہ جو کچھ نر کھجور کے گابھ کو مادہ میں ڈالنے سے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا، اگر وہ وحی ہوتی تو آپ لفظ "خیال" اور "شاید" کا استعمال نہ فرماتے۔ چناں چہ یہ دونوں الفاظ سامعین کو صاف صاف بتارہے ہیں کہ آپ ﷺ آسمانی وحی سے متعلق خبر نہیں دے رہے ہیں، بلکہ اپنے اجتہاد سے بیان فرمارہے ہیں۔

یہ تنبیہ ہمارے لیے ضروری قرار دیتی ہے کہ ہم اس نبوی نص کے درمیان فرق کریں جو واضح طور پر یہ بتلائے کہ یہ اجتہاد ہے، اس میں قطعیت نہیں ہے، مثال کے طور پر مذکورہ نص، اور ایک دوسرا نص جو آپ ﷺ سے وارد ہو، اس میں قطعیت ہو اور شک کی گنجائش نہ ہو، تو یہ مطلق طور پر برحق ہوگا، الا یہ کہ نبی ﷺ قرآن یا حدیث میں نازل کردہ وحی کے ذریعہ اس کی نشاندہی فرمادیں۔

اسی چیز کی طرف ابن تیمیہ نے اشارہ فرمایا، جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ: حدیث نبوی کی کیا تعریف ہے؟ کیا وہ حدیث ہے جو آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی مین بیان فرمایا یا وہ جو آپ نے بعثت کے بعد فرمایا یا پھر وہ جسے بطور شریعت سازی ارشاد فرمایا؟ تو آپ نے جواباً فرمایا: ہر وہ شے جو آپ ﷺ نے نبوت کے بعد بیان فرمایا اور اس پر برقرار رہے، وہ منسوخ نہیں ہوا تو وہ شریعت ہے، تاہم شریعت سازی میں وجوب، حرمت اور اباحت سب شامل ہیں، اور اس میں وہ حدیث بھی شامل ہے جو طبی منافع پر مشتمل ہو، کیوں کہ یہ اس دوا کے جواز اور اس سے استفادہ کی اباحت پر مشتمل ہے، گویا یہ حدیث اس کی اباحت کو مشروع کرتی ہے اور بسا اوقات اس کے استحباب کو بھی مشروع ٹھہراتی ہے، علاج ومعالجہ کے سلسلے میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ آیا یہ مباح ہے، مستحب ہے یا پھر واجب؟ جب کہ تحقیق یہ ہے کہ علاج کی بعض شکلیں حرام ہیں تو بعض مکروہ، بعض مباح اور بعض مستحب۔

بسا اوقات یہ واجب ہوتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی چیز کے بارے میں معلوم ہو کہ صرف اسی سے جان بچ سکتی ہے، مثلاً ضرورت کے وقت مردار کھانا، تو ائمہ اربعہ اور جمہور علما کے نزدیک یہ واجب ہے... غرض کہ آپ ﷺ کے تمام تر اقوال مشروعیت پر دال ہیں، آپ ﷺ نے لوگوں کو جب دیکھا کہ وہ نر کھجور کے گابھ کو مادہ میں ڈال رہے ہیں تو ان سے فرمایا: مجھے یہ کوئی مفید شے نہیں لگ رہی ہے۔ پھر ان سے کہا: "میں نے تو محض خیال کیا تھا، میرے خیال پر مواخذہ مت کرو، لیکن جب میں اللہ کی طرف سے کوئی حکم بیان کروں تو میں اللہ تعالی پر جھوٹ نہیں بول سکتا" نیز فرمایا: "تم لوگ اپنے دنیاوی امور کی بابت زیادہ جانتے ہو، البتہ جو تمہارا دینی معاملہ ہو اسے میرے حوالے کر دو"۔ آپ ﷺ نے انہیں نر کھجور کو مادہ میں ڈالنے سے منع نہیں فرمایا تھا، بلکہ وہ اس غلط فہمی کے شکار ہو گئے تھے کہ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا ہے، اسی طرح جیسا کہ ان اصحاب کو غلط فہمی ہو گئی تھی جو خیط ابیض اور خیط اسود سے مراد کالا اور سفید دھاگا سمجھ لیے تھے"[162]۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اس بات پر دال ہے کہ سنت نبوی ﷺ کے مابین کوئی فرق نہیں ہے، ساری کی ساری وحی ہیں، انہیں سچ ماننا اور ان پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے، کتاب و سنت کے نصوص کا عموم اسی پر دلالت کرتا ہے، ان نصوص میں آپ ﷺ کی کسی سنت کی تخصیص نہیں کی گئی ہے، چناں چہ ان نصوص کے عموم میں ساری سنتیں داخل ہیں۔ علاج سے متعلق احادیث اسی کے ضمن میں آتی ہیں، اس لیے صحیح بات یہ ہے کہ یہ سب بھی وحی الٰہی ہیں، الا یہ کہ کوئی قرینہ موجود ہو جو اس بات پر دلالت کرے کہ یہ آپ ﷺ کی رائے ہے، جیسا کہ حدیث مذکور میں وارد ہے۔

اس رائے کی تائید دو باتوں سے ہوتی ہے:

---

(162) مجموع الفتاوی: ۱۸/ ۱۱-۱۸، آپ ﷺ کا فرمان "تم لوگ اپنے دنیاوی امور سے متعلق زیادہ جانتے ہو...." انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ٹکڑا ہے، اس کو امام مسلم نے کتاب الفضائل (۷/ ۹۵، ح: ۲۳۶۳) میں روایت کیا ہے۔

پہلی بات: حدیثِ نبوی میں طب سے متعلق جو سائنسی سبقت وارد ہوئی ہے، ممکن نہیں کہ یہ سب نبی ﷺ نے اپنی طرف سے بتائے ہوں کیوں کہ آپ تو نبی امی یعنی ان پڑھ نبی تھے، نیز یہ بھی ممکن نہیں کہ یہ آپ ﷺ کے عہدِ مبارک کی میراث ہو، کیوں کہ حدیث میں بتائے گئے بہت سارے علاجوں کی کھوج تو بارہ سو سے زائد سالوں کے بعد ہو پائی ہے اور کچھ تو ایسے بھی ہیں جن کا انکشاف بیسویں صدی میں آکر ہو پایا ہے۔

دوسری بات: طب سے متعلق احادیث کا طبی غلطیوں سے خالی ہونا، خواہ وہ غلطی خالص معلومات سے متعلق ہو یا پھر مرض کی تعیین، احتیاطی تدابیر یا علاج ومعالجہ سے متعلق، اگر یہ کوئی تجرباتی علم ہوتا تو اس میں غلطی ضرور ہوتی، لیکن یہ رب سبحانہ کی جانب سے نازل کردہ وحی ہے جسے وہ عام غلطیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

***

خاتمہ

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین...

نظر بد سے متعلق چھبیس مسنَد احادیث اور اس کے چند مسائل کا موضوعی اور حدیثی مطالعہ کرنے کے بعد درج ذیل نتائج سامنے آئے:

۱- حدیث کے نصوص اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ نظر بد ایک ثابت شدہ حقیقت ہے اور وہ برحق ہے، اس کا تعلق اوہام وخیالات سے نہیں ہے۔

۲- نظر بد لگنے کی بیماری اسی وقت لاحق ہوتی ہے جب اللہ تعالی کا اذن شامل ہو، یہ صرف اس پر موقوف نہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو حقد اور حسد بھری نگاہ کے ساتھ دیکھے۔

۳- نظر بد لگنے سے انسان کا جسم متاثر ہوتا ہے، بسااوقات انسان کو نظر بد کے سبب اذیت اور بے ہوشی بھی لاحق ہو سکتی ہے۔

۴-(جب کوئی چیز) بھلی اور پسندیدہ معلوم ہو تو اس وقت برکت کی دعا دینا باذن اللہ نظر بد سے محفوظ رکھتا ہے۔

۵- نظر بد سے اللہ کی پناہ اور اس کے شر سے رب کی حفاظت طلب کرنا اور اذکار واوراد کا اہتمام کرنا (نظر بد سے) محفوظ رہنے کا نبوی طریقہ ہے۔

۶- شرعی جھاڑ پھونک کے ذریعہ علاج کرنا اور ماثور دعاؤں سے شفا طلب کرنا (نظر بد کے علاج کا مؤثر طریقہ ہے) اور جھاڑ پھونک کی سب سے عمدہ قسم یہ ہے کہ نظر بد کا شکار انسان خود سے اپنے اوپر دم کرے۔

۷- نظر بد کے نقصان کو دور کرنے کے لیے نظر لگانے والے سے جب غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے، تو اسے غسل کرنا چاہئے۔

۸- نظر بد کے تعلق سے بعض ایسی احادیث بھی ہیں جو مشہور ہیں اور جن سے دل میں خوف ووحشت پیدا ہوتی ہے، جب کہ وہ ضعیف ہیں، مقبول احادیث کے درجے تک نہیں پہنچتیں۔

۹- نظر بد سے متعلق سے جو کچھ بھی ثابت ہے، وہ اللہ پاک کی وحی ہے، نا کہ تجرباتی سائنس کہ جس میں صحیح اور غلط دونوں کا احتمال موجود ہو۔

ہر قسم کی تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس کی نعمت سے سارے نیک کام انجام پاتے ہیں۔

***